

قربت دار، ہمسایہ اور مہمان کے حقوق

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم، قال: «مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يُوْذِ جَارَهُ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ» [البخاری: ۶۱۳۶] «وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ» [البخاری: ۶۱۳۸]

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر یقین رکھتا ہے وہ اپنے ہم سائے کو آزار نہ دے، اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان لاتا ہے وہ اپنے مہمان کی عزت و تواضع کرے، اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اچھی بات کہے یا خاموش رہے۔ اور فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت پر یقین رکھتا ہے وہ اپنے قربت داروں سے میل جول رکھے۔“

شہادتِ حق کی راہ میں آزمائش اور اس پر ثابت قدمی

آپ امام اہل سنت حضرت امام احمد بن حنبلؒ کو دیکھئے کہ معتمد باللہ جیسا قاہر و باجبر و فرمان روا ان کے سامنے کھڑا ہے، تو جلاد یکے بعد دیگرے تازیانے لگا رہے ہیں، پیٹھ زخموں سے چور چور ہو گئی ہے، تمام جسم خون سے رنگین ہو چکا ہے، اور یہ سب کچھ اس لیے ہو رہا ہے کہ جس مسئلہ کو وہ کتاب و سنت کے خلاف سمجھتے ہیں، اس کا ایک مرتبہ اقرار کر لیں۔ لیکن اُس پیکرِ حق، اس مجسمہٴ سنت، اس صابرا عظم کما صبراً اولوا العزم من الرسل کی زبان صدق ترجمان سے یہی صدا نکل رہی ہے۔

أَعْطُونِي شَيْئًا مِنْ كِتَابِ اللَّهِ أَوْ سُنَّةِ رَسُولِهِ حَتَّى أَقُولَ:

”قرآن کے مخلوق ہونے پر مجھے کتاب و سنت سے کوئی دلیل دے دو تو میں اس کا قائل ہو جاؤں گا۔“

ما قصه سکندر و دارا نہ نخوانده ایم

از ما بجز حکایتِ مہرو وفا پیرس

آپ حضرت امامنا الاعظم امام ابوحنیفہؒ کو دیکھئے کہ قید خانہ بغداد میں اسیر ہیں، لیکن اس پر بھی منصور عباسی جیسے قاہر و سفاح بادشاہ کے حکم کے سامنے اُن کا سر نہیں جھکتا۔

آپ کو حضرت امام شافعیؒ اس حالت میں نظر آتے ہیں کہ یمن سے بغداد تک قید و اسر کی حالت میں بھیجے جا رہے ہیں، اور ان کا جرم صرف یہ ہے کہ حق کے داعی ہیں اور صدق و ہدایت پر قائم ہیں۔

آپ شیخ الاسلام احمد ابن تیمیہؒ کو دیکھئے کہ تین تین مرتبہ مصر کے قید خانے میں اسیر کیے گئے اور بالآخر قید خانے ہی میں وفات پائی مگر ان ظہارِ حق سے منہ نہ موڑا اور حکومت و وقت کے آگے سرطاعت خم نہ کیا۔

آپ خود اسی ہندوستان میں حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانیؒ کو دیکھئے کہ قلعہ گوالیار میں قید ہیں، مگر جہانگیر کے آگے اُس سر کو جھکانے کے لیے تیار نہیں جس کو اللہ نے صرف اپنے ہی آگے جھکنے کے لیے

بنایا ہے۔ [امام الہند ابوالکلام آزاد]

فہرست

1	قراہت دار، ہمسایہ اور مہمان کے حقوق	جواہر پارے
2	شہادت حق کی راہ میں آزمائش	کلمۂ طیبہ
5	اسلامی انقلاب کی بنیاد	اداریہ
7	مطالعہ سورۃ نور..... ②	علوم تفسیر
15	احکام و مسائل	احکام و مسائل
18	صحیحین میں غنائے جارتین ③ آخری	تحقیق و تنقید
23	سلفیت کے خاتمے کے لیے.....	عالم اسلام کے مسائل
30	جشن و جلوس عید میلاد النبی	تبصرۃ کتب
35	پہلی وحی کا پیغام	تشریح
	تشریح و وضاحت	

محبت الہیہ کی شاہ کلید

﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾

”کہہ دیجیے اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف فرمادے گا اور اللہ تعالیٰ بڑا ہی بخشنے والا مہربان ہے۔“ [آل عمران: ۳۱]

محبت رسول ﷺ کے ثمرات

ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے قیامت کے بارے میں سوال کیا تو آپ ﷺ نے پوچھا: ”تو نے اس کے لیے کیا تیاری کر رکھی ہے؟“ اس نے کہا میں نے اس کے لیے زیادہ (نفلی) نمازیں، روزے اور صدقات تیار نہیں کیے، صرف اتنی بات ہے کہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہوں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: «أَنْتَ مَعَ مَنْ أَحَبَّيْتَ» ”تم جس سے محبت کرتے ہو (قیامت کے دن) اس کے ساتھ ہی ہو گے۔“

[بخاری، رقم: ۶۱۷۱ عن انس]

13 تا 19 اپریل 2007ء..... (472)..... 24 ربیع الاول 1427ھ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاتھ پر چکی پیس پیس کر نشانات پڑ گئے تو وہ نبی ﷺ کے پاس خادم مانگنے گئیں۔ آپ ﷺ گھر موجود نہ تھے تو انھوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس کا ذکر کیا۔ جب آپ ﷺ تشریف لائے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے انھیں یہ بات بتائی۔ نبی مکرم ﷺ تشریف لائے جب کہ ہم بستر میں لیٹ چکے تھے۔ میں اٹھنے لگا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اپنی جگہ پر ہی رہو، آپ ﷺ ہمارے درمیان بیٹھ گئے کہ میں نے آپ ﷺ کے قدموں کی ٹھنڈک اپنے سینے میں محسوس کی۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ”کیا میں تمہیں خادم سے بہتر چیز نہ بتاؤں؟ جب تم بستر میں جانے لگو۔“

«فَكَبِّرَا أَرْبَعًا وَتَلَايْنِ وَاسْبِحَا تَلَاثًا وَتَلَايْنِ وَاحْمَدَا تَلَاثًا وَتَلَايْنِ فَهَذَا خَيْرٌ لَّكُمَا مِنْ خَادِمٍ»

”تو اللہ اکبر ۴ بار، سبحان اللہ ۳ بار اور الحمد للہ ۳ بار کہو، یہ تمہارے لیے خادم سے بہتر ہے۔“ [بخاری: ۶۳۱۸]

اسلامی انقلاب کی بنیاد

حافظ احمد شاکر

اداریہ

بعض الفاظ کے معانی و مفہیم کا ادراک کیے بغیر ان کو اس کثرت سے لکھا اور بولا جاتا ہے کہ وہ اپنی معنوی جامعیت کے باوجود پامال سے ہو جاتے ہیں، انہی میں سے ایک لفظ ’انقلاب‘ بھی ہے۔

انقلاب کا لفظی معنی تو ’الٹنا‘ یا ’پلٹنا‘ ہے لیکن اصطلاح میں کسی شے، نظام یا فکر میں تبدیلی آ جانے یا لانے کو انقلاب کہتے ہیں۔ روسی فلسفہ جب دنیا میں معروف ہوا تو اس کو سرخ انقلاب کا نام دیا گیا۔ اس ’سرخ‘ میں خونی انقلاب کا مفہوم بھی شاید شامل ہو اس لیے کہ اس میں دولت کی چھینا چھٹی کا بنیادی تصور شامل تھا جس میں قتل و غارت کے امکان کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ اس کے مقابلے میں سفید انقلاب کے نعرے کا چلن بھی کچھ دیر رہا۔ لیکن اللہ کی مخلوق کو کس انقلاب نے سکون، راحت اور حقوق عطا کیے؟ یہ فیصلہ تاریخ میں محفوظ ہے۔

وطن عزیز کی سیاسی جماعتیں جب اقتدار میں ہوں تو معاشی انقلاب کے دعوے کرتی ہیں، اگر اقتدار سے باہر ہوں تو جمہوری انقلاب کے نعرے لگاتی ہیں۔ یہ جمہوری انقلاب عموماً حصول اقتدار کی تنگ و تاز ہوتی ہے جس میں ہر سیاسی جماعت اور اس کی قیادت بفکر ہمت اوست کبھی عوامی انقلاب کا ذکر کرتی ہے اور کبھی معاشی و اقتصادی، جب کہ سیاست آلود مذہبی جماعتیں عوام کا لانعام کو اسلامی انقلاب کا مژدہ سناتی اور اس کے سحر میں مبتلا رکھنے کی کوشش میں لگی رہتی ہیں۔ اب کچھ معروف لیڈر اور بعض دینی جماعتوں، تحریکوں اور انجمنوں کے سربراہ ’محمدی انقلاب‘ کو مسلمانوں کی مشکلات کا حل بتاتے اور بنفس نفیس اس کے داعی ہونے کا اظہار کرتے ہیں تو خواہش ہوئی کہ محمدی انقلاب و اسلامی انقلاب پر..... کہ اصل میں ایک ہی چیز ہیں..... بھی غور کیا جائے اور اس میں الاعتصام کے قارئین کو بھی شریک کیا جائے نیز کوشش کی جائے گی کہ حقیقت تک پہنچا جائے۔ واللہ ولی التوفیق

سیرت نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے انقلاب کے طریقے کشید کرنے سے پہلے ہمیں یہی زندگی پر غور کرنا چاہیے کہ آپ ﷺ نے خلعت نبوت عطا ہونے کے بعد اسلام کی دعوت عام کرنے کے سلسلے میں کیا کیا اقدامات فرمائے کہ جن سے دعوت اسلام پھیل بھی گئی اور عرب کے بادیہ نشین لوگ دنیا پر حکمرانی بھی کرنے لگے۔

①..... نبی مکرم ﷺ نے اپنے اعزہ و اقارب اور دوسرے اہل مکہ کو صفا پہاڑی کے گرد جمع فرما کر ان سے اپنی صداقت و دیانت کا اقرار و اعتراف کروایا۔ جب تمام حاضرین نے بہ یک زبان آپ کے لیے کیریکٹر سٹریٹیکٹ جاری کر دیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”اچھا، تو میں تمہیں ایک سخت عذاب سے پہلے خبردار کرنے کے لیے بھیجا گیا ہوں۔“

اس سے یہ بات بالکل واضح اور ثابت ہو جاتی ہے کہ داعی انقلاب کی اپنی زندگی اتنی صاف ستھری اور اجلی اور اُس کے گفتار و کردار میں اس حد تک مماثلت و یکسانیت ہونی چاہیے کہ کوئی اُس پر حرف گیری نہ کر سکے بلکہ اُس کے صدق و امانت کی اپنے بیگانے سب گواہی دیں۔ اس موقع پر آنحضرت ﷺ نے اُن سے اپنی رسالت کا اقرار کروانے کے علاوہ اُن کے سامنے عقیدہ آخرت پیش فرمایا۔

②..... مسند امام احمد کی روایت کے مطابق رسول اللہ ﷺ مکہ اور اس کے گرد و نواح کے تمام گلی کوچوں اور محلوں میں ((يَا أَيُّهَا النَّاسُ اقْبُلُوا إِلَهِ إِلَّا اللَّهُ تَفْلِحُوا.....)) کی دعوت لے کر پہنچے۔

یہ تھا وہ نعرہ بلکہ انقلابی نعرہ جو غیر اللہ کی الوہیت کے انکار اور پھر اللہ اکیلے کے لیے الوہیت کے اثبات پر مبنی و مشتمل تھا، اسی نعرے نے عرب میں تہلکہ مچا دیا، یہی نعرہ تو حید تھا جو اگلے چند برس میں آنے والے انقلاب کی بنیاد بنا۔

عقیدہ آخرت سے یہ ایمان و یقین پختہ ہوتا ہے کہ جس ذات کی الوہیت کا ہم اقرار کرتے اور جس کی ہم عبادت کرتے ہیں وہی ذات ہے جس کی عدالت میں مرنے کے بعد ایک دن ہم نے پیش ہونا ہے اور دنیا کی زندگی اور تمام اعمال خیر و شر کا حساب دینا ہے۔

توحید ہی وہ دعوت ہے جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے جملہ انبیاء و رسل مبعوث فرمائے اور اب تمام روئے زمین کے لیے قیامت تک کے لیے محمد الرسول اللہؐ کو مبعوث فرمایا اور آپ کی شان و مقام کو اس طرح واضح فرمایا کہ جو بھی بندہ میری محبت کا خواہش مند ہے..... کہ ہر دور، ہر امت اور ہر مذہب میں انسان اس کے متلاشی ہوتے ہیں..... وہ میرے اس رسول..... ﷺ کی اطاعت کرے تو پھر اس سے میں بھی محبت کر لوں گا۔ چنانچہ جن سعادت مند سینوں کو نور نبوت سے براہ راست روشنی حاصل ہوئی ان کے دل و دماغ آپ کی محبت سے اس طرح معمور ہوئے کہ تاریخ انسانی اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ آپ ﷺ نے دعوت تو حید اور ایمان بالآخرت کے ذریعے اصلاح نفس انسانی فرماتے ہوئے فیض نبوت سے بہرہ یاب ہونے والوں کو حلال، حرام، سچ، جھوٹ اللہ کی راہ میں اور اپنے مسلمان بھائیوں کے لیے ایثار و قربانی کا درس دیا، کفار کی ایذاؤں پر صبر و ضبط، رزق کی تنگی، بھوک اور افلاس پر قلبی اطمینان یعنی رضا بالقضا کی تعلیم دی، یرِ نعمتوں کی صورت میں شکر بجالانے کی بھی تلقین فرمائی جب کہ نبی ﷺ کی ذاتی زندگی اور سیرت نے اس ساری تعلیم و تربیت اور تزکیہ و اصلاح میں سونے پہ سہاگے کا کام کیا۔

تھوڑے سے غور و فکر سے کام لیا جائے تو آپ ہی کی حیات مبارکہ میں حضرت عثمان غنیؓ جیسے تاجر، صاحب ثروت اور فارغ البال صحابہ بھی موجود ہیں جو مسلمانوں کی ہر قسم کی مالی خدمت کرنے میں مستعد رہتے ہیں لیکن آپ ﷺ کے گھر کی مالی حیثیت و کیفیت بھی سیر و سوانح کی کتابوں میں محفوظ ہے، تیرہ سال عسرت و مشقت اور مصائب و محن کی چکی میں پسے کے باوجود آپ کی دعوت نہ صرف یہ کہ رکی نہیں بلکہ اس میں حکم الہی کے مطابق حالات کے ساتھ ساتھ دعوت بڑھتی رہی اور مسلسل جاری رہی۔ اس طویل و غنی و عملی تربیت کے بعد جا کے وہ انقلاب سامنے آتا ہے جس کو علمائے کرام باندہ بھی جماعتوں کے لیڈر اپنی رنگین بیانیوں سے ایک سماں باندھ کر عوام کے دلوں کو جوش دلاتے رہتے ہیں۔ واضح رہے کہ اس تربیت کے بعد ہی اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرانس کو دھیرے دھیرے واجب کیا۔ توحید و حب نبوی کے سانچے میں ڈھلے ہوئے ان بابرکت انسانوں تک اللہ تعالیٰ کے جب احکام پہنچے تو انھوں نے ان کو لیک کر قبول کیا۔ ان تیرہ سالوں میں صحابہ رسول کا جذبہ اطاعت اس حد تک پہنچ چکا تھا کہ جنگ بدر میں صرف ایک رشتہ غالب رہا اور وہ رشتہ اسلام و ایمان کا تھا۔ سب خوبی، بھلی اور نسی رشتے، اسلامی رشتے کے مقابلہ میں بیچ ہو کر رہ گئے تھے۔

اس خیر القرون کی مزید تفصیلات میں جائے بغیر ہم اسلامی انقلاب کے نعرہ بازوں سے صرف یہ عرض کرنے کی جرأت کرتے ہیں کہ سیرت نبوی کے جلسوں میں خطابت کے رنگ جمائے والے یہ واعظان و مہربان اپنی ذاتی زندگی پر غور فرما سکتے ہیں؟ اور صدق دل سے حاصل غور و فکر اپنے نیاز مندوں کے سامنے بیان فرما سکتے ہیں؟ اب بھی ہر علاقے اور ہر خطے میں کئی ایسے بوریا نشین موجود ہوتے ہیں جن کی زندگی ان کے نیاز مندوں کے سامنے آئینے کی طرح صاف شفاف ہوتی ہے وہ لوگ اب بھی اپنی جان اور اپنی ذات پر مخلوق خدا کے آرام، سکون، سہولت اور ضروریات کو ترجیح دیتے ہیں یہ اللہ والے اپنی ذات کے لیے کسی آسائش کے کبھی طلب گار نہیں ہوتے بلکہ ان کی ہر محنت صرف اللہ کے لیے، اللہ کے بندوں کی خدمت کے لیے ہوتی ہے۔ صرف اسی ایک پہلو پر غور کیا جائے کہ لاکھوں کی پر آسائش گاڑیوں پر بیٹھ کر اور دنیا کی ممکن الحصول نعمتوں سے مزین رہائش گاہوں میں براجمان ہو کر اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی قربانیوں، فاقوں اور مصائب و محن کو جب یہ حضرات بیان فرمائیں گے تو ان شہید کو ترسنے والے، چیتھروں سے بہ مشکل تن و ہاٹنے والے اور دوائیوں کے انتظار میں ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر جانے والے سامعین ان کی تقریروں سے کس قدر متاثر ہوں گے اور ان دلپذیر وعظوں اور جوش و جلال سے بھرپور تقریروں سے کیا انقلاب آئے گا؟ اور کیا آسکتا ہے؟ بلا امتیاز مذہب و مسلک دو حاضر کا وہ کون ساداعی ہے جس نے کبھی فاقہ چکھا ہو؟ جس کے کسی لباس کو ٹاٹکا لگا ہو؟ اور جو کسی بھی ضرورت نہیں آسائش و آرائش سے بہرہ ور رہی نہیں اس کے لیے کوشاں نہ ہوتا ہو۔ دوسری بات دعوت توحید ہے۔ یہ ایسا نازک موضوع ہے کہ اس پر کھل کر اظہار کرنا بھی ممکن نہیں کہ اس میں بہت سے نازک مقام آتے ہیں۔

مسئلہ توحید کو قرآن حکیم نے کھل کھلا اور واضح بیان فرمایا اس میں کوئی الجھاؤ ہے ہی نہیں۔ اسلامی انقلاب کے لیے ضروری ہے کہ وہ خطہ شرک سے پاک ہو، نبوی انقلاب ہم کو کبیرہ گناہوں کی اگر روک تھام کا حکم اور ان پر سزاؤں کے نفاذ کی مثال پیش کرتا ہے تو اکبر الکبار یعنی شرک کا جہاں کھلم کھلا ارتکاب ہوتا ہو اس باب میں اس کے احکامات نہیں ہوں گے؟ بالکل ہیں، اس کے بارے میں سیرت نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اور حیات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ہمیں کیا کوئی سبق نہیں ملتا؟ ملتا ہے، دیکھیے وہ احکامات نبویہ جن میں آپ نے بالشت سے بلند قبر کو مس مار کرنے کا حکم دیا اور وہ واقعات جن میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ہر اس شے کو اکھاڑ دینے اور ختم کر دینے کا عمل جس سے مسلمانوں کے عقائد میں رتی بھر بھی لچک آنے کا خطرہ تھا لیکن اسلامی انقلاب کا کوئی داعی اس راستے پر چل سکتا ہے؟ نہیں، یہ ممکن ہی نہیں حتیٰ کہ ان حالات میں شاید شریعت بھی اور مصلحت بھی اس کی اجازت نہ دے، اس لیے یہ داعیان انقلاب صرف ذاتی کردار و عمل ہی کو مثالی بنانے اور اپنے اعمال کے بارگاہِ صدی میں جو ادب ہی کے احساس کی اللہ تعالیٰ سے توفیق طلب کریں تو شاید وہ مطلوب اسلامی انقلاب ہمیں بھی دیکھنا نصیب ہو جائے۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز

مطالعہ سورہ نور

مولانا حافظ عبدالاعلیٰ، خطیب بریڈ فورڈ (برطانیہ)

فتنہ افک منافقین کی شرارت تھی

﴿إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ۚ لَا تَحْسَبُوهُ شَرًّا لَّكُم بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ لِّكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْإِثْمِ ۚ وَالَّذِي تَوَلَّى كِبْرَهُ مِنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۚ لَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَأَنفُسِهِمْ خَيْرًا ۚ وَقَالُوا هَذَا إِفْكٌ مُّبِينٌ ۚ﴾

”جو لوگ یہ بہت بڑا بہتان باندھ لائے ہیں یہ بھی تم میں سے ہی ایک گروہ ہے۔ تم اسے اپنے لیے برا نہ سمجھو، بلکہ یہ تو تمہارے حق میں بہتر ہے۔ ہاں ان میں سے ہر ایک شخص پر اتنا گناہ ہے جتنا اس نے اس میں حصہ لیا ہے اور ان میں سے جس نے اس میں سب سے زیادہ حصہ لیا، اس کے لیے عذاب بھی بہت ہی بڑا ہے۔ اسے سنتے ہی مومن مردوں عورتوں نے اپنوں کے حق میں نیک گمانی کیوں نہ کی اور کیوں نہ کہہ دیا کہ یہ تو کھلم کھلا صریح بہتان ہے۔“ [النور: ۱۱، ۱۲]

منافقین کی اس نئی شرارت اور اس کے تعلق سے ان رخنوں کا سید باب کیا، جو معاشرہ کی تباہی کا سبب ہو سکتے تھے۔

جن منافقین نے یہ فتنہ اٹھایا ان کی پردہ دری کی اور ان کو وعید سنائی۔ جن مسلمانوں نے اس معاملہ میں بے پروائی اور سہل انگاری سے نادانستہ منافقین کے مقصد کو تقویت پہنچائی، ان کو تنبیہ کی گئی کہ وہ آئندہ ان منافقین سے ہوشیار رہیں۔ یہ منافقین مسلمانوں کی اخلاقی ساکھ کو مجروح کرنے کے درپے ہیں۔

اس وجہ سے کسی مسلمان کے لیے یہ بات جائز نہیں ہے کہ ایک دوسرے کی عزت و ناموس سے متعلق جو بات کوئی اس کے کان میں ڈال دے اس کو لے اڑے، بلکہ انھیں آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ حسن ظن رکھنا چاہیے اور کسی کے باب میں کوئی الزام اس وقت تک قبول نہیں کرنا چاہیے جب تک اس کا ثبوت موجود نہ ہو۔

اصحاب رسول ﷺ کا عظیم اور ناقابل فراموش کردار

ان چند افراد کے سوا تمام اصحاب رسول جو نبی کائنات ﷺ پر اپنی جان و آبرو فدا کرنا جزو ایمان سمجھتے تھے۔ انھوں نے فی الواقع ایسا ہی سمجھا اور ایسا ہی سوچا۔ چنانچہ جب حضرت ابویوب خالد بن زید انصاری کی بیوی حضرت ام ایوب نے ان انوایوں کا ذکر کیا تو حضرت ابویوب نے فرمایا: ام ایوب! اگر تم عائشہ کی جگہ اس موقع پر ہوتیں تو کیا ایسا فعل کرتیں؟ کہا واللہ! مجھ سے تو یہ ناممکن ہے! حضرت ابویوب رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو عائشہ تم سے بدرجہا بہتر ہیں، اور میں کہتا ہوں اگر صفوان کی جگہ میں ہوتا تو اس بات کا خیال بھی نہ کر سکتا تھا۔ صفوان تو مجھ سے بھی اچھا با ایمان شخص ہے۔ اسی طرح سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی سوکن سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سے جب اس معاملہ میں پوچھا گیا تو انھوں نے کہا یا رسول اللہ! میں نے کبھی عائشہ میں خیر کے سوا کچھ نہیں دیکھا۔ حالانکہ اس قسم کے مواقع پر سوکنیں بڑی اونچی آگ بھڑکا سکتی ہیں۔ لیکن مسلمان معاشرہ ایسا ہرگز نہ تھا اور اہل ایمان کا کردار بڑا قابل رشک تھا جس کی وجہ سے اسلام دشمن منافقوں کو سخت مایوسی کا سامنا کرنا پڑا، اور ان کو پتا چل گیا کہ یہ لوگ کردار کے کس قدر پاک ہیں۔ اس موقع پر ایک

الزام کے ثبوت کے لیے چار گواہوں کا مطالبہ

﴿لَوْلَا جَاءُوا عَلَيْهِ بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَإِذْ لَمْ يَأْتُوا
بِالشُّهَدَاءِ فَأُولَئِكَ عِنْدَ اللَّهِ هُمُ الْكَاذِبُونَ ۝ وَلَوْلَا
فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ لَمَسَّكُمْ
فِي مَا أَقْسَمْتُمْ فِيهِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝ إِذْ تَلَقَّوْنَهُ بِأَلْسِنَتِكُمْ وَ
تَقُولُونَ بِأَفْوَاهِكُمْ مَا لَيْسَ لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ وَتَحْسِبُونَهُ
هَيِّنًا سَلِيلًا ۝ وَهُوَ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمٌ ۝ وَلَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ قُلْتُمْ
مَّا يَكُونُ لَنَا أَنْ نَتَكَلَّمَ بِهَذَا سُبْحَنَكَ هَذَا بُهْتَانٌ
عَظِيمٌ ۝ يَعِظُكُمُ اللَّهُ أَنْ تَعُودُوا لِمِثْلِهِ أَبَدًا إِنْ كُنْتُمْ
مُؤْمِنِينَ ۝ وَبَيِّنَ اللَّهُ لَكُمْ الْآيَاتِ ط وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ﴾

[النور: ۱۳-۱۸]

”وہ اس پر چار گواہ کیوں نہ لائے؟ اور جب گواہ نہیں لائے
تو یہ بہتان باز لوگ یقیناً اللہ کے نزدیک محض جھوٹے ہیں۔
اگر اللہ کا فضل و کرم تم پر دنیا اور آخرت میں نہ ہوتا تو یقیناً تم
نے جس بات کے چرچے شروع کر رکھے تھے اس بارے
میں تمہیں بہت بڑا عذاب پہنچتا۔ جب کہ تم اسے اپنی
زبانوں سے نقل در نقل کرنے لگے اور اپنے منہ سے وہ بات
نکلنے لگے جس کی تمہیں مطلق خبر نہ تھی، تو تم اسے ہلکی بات
سمجھتے رہے لیکن اللہ کے نزدیک وہ بہت بڑی بات تھی۔ تم
نے ایسی بات کو سنتے ہی کیوں نہ کہہ دیا کہ ہمیں ایسی بات
منہ سے نکالنی بھی لائق نہیں یا اللہ! تو پاک ہے، یہ تو بہت بڑا
بہتان ہے۔ اللہ تمہیں نصیحت کرتا ہے کہ پھر کبھی بھی ایسا کام
نہ کرنا اگر تم سچے مومن ہو۔ اللہ تمہارے سامنے اپنی آیتیں
بیان فرما رہا ہے، اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔“

فتنہ باز منافقوں پر شدید نکیر اور ان سادہ لوح مسلمانوں کو
سخت تنبیہ کی جا رہی ہے جنہوں نے اتنے حساس مسئلے کو معمولی جان

طرف نبی ﷺ اور دوسری طرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور ان کے خاندان
والوں اور تیسری طرف عام اہل ایمان نے جو طرز عمل اختیار کیا اس
سے یہ بات روز روشن کی طرح ثابت ہو گئی کہ یہ لوگ برائی سے کس
قدر پاک، کیسے ضابط و متحمل، کیسے انصاف پسند اور کس درجہ کریم النفس
واقع ہوئے ہیں۔

ایک نظر ذرا اپنے ماحول پر بھی

ایک طرف اصحاب رسول ﷺ کے اس کردار کو دیکھئے اور اسلامی
معاشرے کے اس اخلاقی اصول کو سامنے رکھیے اور دوسری طرف اپنے
معاشرے کا جائزہ لیجیے تو معلوم ہوگا کہ آج کل اس کے بالکل برعکس
اصول کارفرما ہے۔ آج نظریہ یہ ہے کہ ہر شخص سوئے ظن کا مستحق ہے۔
الا کسی شخص کے ساتھ اپنی کوئی گروہی یا شخصی غرض وابستہ ہو۔ اور دوسروں
کی نسبت سسنی پیدا کرنے والی افواہیں پھیلانا تو اس زمانے میں ایک
مستقل فن اور نہایت کامیاب پیشہ بن گیا ہے۔ ہماری صحافت سے تعلق
رکھنے والے کتنے لوگ ایسے ہیں جن کا پیشہ ہی یہی ہے کہ وہ اس طرح
کی افواہوں کی تلاش میں

ہوئی صبح اور رکھ کر کان پر گھر سے قلم نکلے

اور یہ افواہیں نہایت جلی عنوانات سے اخبارات و رسائل میں
چھپتی ہیں اور سب سے زیادہ کامیاب اخبارات و رسائل وہی سمجھے جاتے
ہیں جو اس طرح کی افواہیں ایجاد کرنے میں سب سے زیادہ شاطر
ہوں۔ معاشرے کے فساد مزاج کا حال یہ ہے کہ لوگ اس طرح کی
چیزیں بڑے شوق سے پڑھتے ہیں اور ہذا افک مبین کہنا تو درکنار
ان کی ہر بات پر آمنا و صدقنا کہتے اور وحی و الہام کا درجہ دیتے ہوئے
آگے روایت کرنا بڑا کارِ ثواب سمجھتے ہیں۔ اگر کسی متہم بالکذب مظلوم
انسان نے احتجاج کیا تو تردید چند سطر کی اور قطعی غیر نمایاں جگہ پر شائع
ہوگی جب کہ خبر کذب صفحہ اول پر شہ سرخی کے ساتھ.....! تِلْكَ إِذَا

قِسْمَةُ حَبِيزِي

سے کام لینا چاہیے تھا۔ ① اس معاملے کو آسان نہ سمجھتے بلکہ اس کی تحقیق کرتے۔ ② تمہیں اس قسم کی بیہودہ بات سن کر صاف کہہ دینا چاہیے تھا کہ یہ تو زرا بہتان ہے۔ سُبْحَانَكَ هَذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ

واقعہ افک

واقعہ افک کی تفصیلات کتب احادیث میں موجود ہیں۔ قدیم وجدید تمام مفسرین نے اسے ذکر کیا ہے اس کا خلاصہ ذکر کیا جاتا ہے: ۶۷ھ کا واقعہ ہے کہ رسول اللہ غزوہ بنی مصطلق سے مدینہ منورہ واپس تشریف لارہے تھے۔ اس سفر میں ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ کے شریک سفر تھیں۔ آپ کی سواری کا اونٹ علیحدہ تھا۔ اس پر ہودج تھا، آپ ہودج میں پردہ چھوڑ کر بیٹھ جاتیں۔ حُمال ہودج کو اٹھا کر اونٹ پر باندھ دیتے تھے۔ آپ ہلکی پھلکی اور کم سن تھیں۔ ایک روز اتفاق سے ایک منزل پر آپ کو ہودج سے باہر ویرانے کی طرف جانے کی ضرورت پیش آئی۔ واپس آئیں تو قافلہ کوچ کر چکا تھا ہودج پر پردے پڑے ہوئے تھے۔ حمالوں کا خیال بھی ادھر نہ گیا کہ آپ موجود نہیں ہیں۔

اب جب آپ واپس اپنی جگہ پر تشریف لائیں تو قافلہ جاچکا تھا، سخت متاسف ہوئیں لیکن آپ نے یہ خیال فرمایا کہ آگے چل کر جب میری تلاش ہوگی اور میں نہ ملوں گی تو کوئی ڈھونڈنے بہر حال یہاں ضرور ہی آئے گا۔ رات کا پچھلا پہر تھا آپ چادر لپیٹ کر وہیں بیٹھ گئیں، پریشانی، تھکاوٹ، جنگل کی تنہائی..... یہ سب چیزیں آپ کے اعصاب پر بری طرح چھا گئیں۔ سوچتے سوچتے نیند کی وادی میں گم ہو گئیں۔ ایک صحابی حضرت صفوان جن کی ڈیوٹی تھی کہ وہ قافلے سے کچھ فاصلہ پر پیچھے پیچھے چلا کریں اور گری پڑی چیز، یا بھولے بھٹکے کی خبر رکھیں۔ وہ جب صبح سویرے یہاں پہنچے تو انھوں نے ام

کراٹھایا اور مسلمان معاشرہ میں سخت انتشار و ہيجان پیدا کر دیا۔ جیسے حضرت مطح، حضرت حسان اور حمنہ بنت جحش کیوں کہ یہ مومن لوگ تھے اور مفسرین کے مطابق یہ آیت انہی لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی تھی لیکن جن کے دل ایمان سے خالی تھے جیسے منافقین اور ان کا سردار ابن ابی بن سلول۔ یہ لوگ اس حکم میں نہیں ہیں کیوں کہ نہ اس کے پاس ایمان تھا اور نہ عمل صالح۔ اور اصول یہ بتایا جا رہا ہے کہ اگر کسی کو برائی میں ملوث کر رہے ہو تو چار گواہ پیش کیے جائیں ورنہ ایسے لوگ اللہ کی نگاہ میں جھوٹے ہیں۔ تَحْسِبُونَهُ هَيِّنًا وَهُوَ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمٌ

سادگی کے باعث تم نے بھی اس معاملے کو بہت ہلکا جانا اور تم میں سے بعض کی زبانیں اسے اچھالتی پھریں۔ کیا تم نے اس بات کو سہل جانا حالانکہ اللہ کے نزدیک یہ سہل بات نہیں بہت سخت واردات ہے۔ اور پھر یہاں کسی عام آدمی کی عزت کا مسئلہ ہی نہیں سرورِ دو عالم ﷺ کے حرم مبارک کا تھا۔ بلکہ اس غفلت پر ان لوگوں کی سخت خبر لی گئی کہ جب تمہیں اس طرح کی باتیں سنائی دے رہی تھیں تو تم نے ان گندی باتوں کو سننے اور اس کی تردید میں سستی سے کام کیوں لیا؟ تم نے فوراً یہ کیوں نہ کہہ دیا کہ قسم باللہ یہ تو صریح بہتان ہے، اور آئندہ ہرگز ایسی حرکت نہ کرنا اگر تم مومن ہو۔

﴿وَلَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ قُلْتُمْ مَا يَكُونُ لَنَا أَنْ نَتَكَلَّمَ بِهَذَا فَبِئْسَ حُكْمَكَ هَذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ ۝ يَعِظُكُمُ اللَّهُ أَنْ تَعُودُوا لِمِثْلِهِ أَبَدًا إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ﴾ [النور: ۱۶، ۱۷]

آیت ۱۶ سے صحابہ کرام کی عظمت ثابت ہوتی ہے کہ ان کی ہر خطا مقبول التوبہ اور پاک ہو کر آخرت میں رحمت و مغفرت پر منج ہوئی۔

خلاصہ احکام

اس آیت میں مسلمانوں کو تین آداب ملحوظ رکھنے کی تلقین کی گئی کہ ① اس طرح کا بیہودہ کلام سنتے ہی اپنی ماں کے بارے میں حسن ظن

المؤمنین ﷺ کو پہچان لیا۔ اور بلند آواز سے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھی۔ جس سے سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی آنکھ کھل گئی، انھوں نے فوراً منہ ڈھانپ لیا۔ حضرت صفوان رضی اللہ عنہ نے چپکے سے اونٹ قریب لا بٹھایا۔ ام المؤمنین پردہ کے ساتھ اونٹ پر سوار ہو گئیں۔ انھوں نے اونٹ کی ٹیکل تھامے قافلہ میں جا کر ملا دیا۔ بات کچھ بھی نہ تھی لیکن اس سفر میں منافقین ابن ابی کی قیادت میں بڑی تعداد میں شریک تھے۔ اس نے اپنی خباثت سے خوب خوب حاشیہ آرائی کی، اور گنتی کے تین مسلمان (دو مرد ایک حسان بن ثابت، اور مسطح اور ایک عورت حمہ بن جحش) بھی سنی سنائی باتوں کو دہرانے لگے۔

یہ تکلیف دہ صورت حال تقریباً پچاس دن رہی۔ اس عرصہ میں تمام پاکیزہ خصلت، پاکیزہ مزاج مسلمانوں کو اس الزام تراشی سے جو تکلیف پہنچی ہوگی اس کا کیا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ خصوصاً ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کو، آپ کے والد مکرم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور خود نبی ﷺ کو۔ تقریباً پچاس دنوں بعد یہ آیات برأت قرآن مجید میں نازل ہو گئیں جن سے صورت حال بالکل واضح ہو گئی۔

قرآن کریم نے اس واقعہ اُفک کو مجمل ہی رکھا ہے۔ لہذا ہمیں بھی صرف اسی بات پر محدود رہنا چاہیے جتنا قرآن کریم نے بتلایا۔ بہت لمبی چوڑی حاشیہ آرائیاں نامناسب بات ہے جس طرح کہ بعض مفسرین نے کی ہیں۔

حکیم فیض عالم صدیقی رحمہ اللہ کا ذکر خیر

بعض حضرات واقعہ اُفک کا انکار کرتے ہیں جن میں منکرین حدیث تو ہیں ہی کچھ اپنے بھی اس غلطی کا شکار ہو گئے۔ جہلم کے معروف و مشہور حکیم فیض عالم صدیقی شہید کی کتاب ”صدیقہ کائنات“ میں بھی اس واقعہ سے انکار چھپ چکا ہے۔ اس ضمن میں میری حکیم صاحب شہید سے حضرت الاستاذ مولانا عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ کے ایما پر ذاتی طور پر

ملاقات اور بات ہوئی تھی اور انھوں نے تسلیم کیا تھا کہ اس واقعہ کا انکار درست نہیں ہے۔ اگلے ایڈیشن میں اسے نکال دوں گا اور بعد میں انھوں نے میرے نام ایک خط میں بھی اس بات کی وضاحت فرمادی تھی جو الاعتصام میں کافی عرصہ پہلے چھپا تھا۔ لیکن افسوس کہ اس کے جلد ہی بعد کسی بد بخت نے انھیں مسجد میں گولی مار کر شہید کر دیا اور دوسرا ایڈیشن اس کتاب کا ان کی ہدایت کے ساتھ چھپ نہ سکا۔ لہذا اب جو بھی حکیم صاحب مرحوم کی کتاب ”صدیقہ کائنات“ چھاپے اس میں سے وہ واقعہ نکال دے۔ ان شاء اللہ حکیم صاحب مرحوم اس سے عند اللہ بری ہیں۔

غفر اللہ لہ ووسع مدخلہ

واقعہ اُفک سے منافقین کے مذموم عزائم

جنگ احزاب میں بری طرح ناکامی کے بعد کفار کی ہمت اس حد تک ٹوٹ گئی تھی جسے محسوس کرتے ہوئے نبی ﷺ نے فرمایا تھا:

«لَنْ تَغْزُواكُمْ قُرَيْشٌ بَعْدَ عَامِكُمْ هَذَا وَلَكِنْكُمْ تَغْزُونَهُمْ»

”آج کے بعد قریش تمہارے مقابلے میں کبھی نہیں آئیں گے، بلکہ تم آگے بڑھ کر اقدام کرو گے۔“

گویا اب مخالف اسلام قوتیں بے دست و پا ہو چکی ہیں۔ اسلام کی اس فتح کے پیچھے اقتدار، اسلحہ و اسباب اور عددی برتری نہ تھی بلکہ ان کی اخلاقی برتری تھی۔ دشمنوں نے اس تفوق کو کچلنے کے لیے کئی بار کوشش کی لیکن اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کی تدابیر کو ہمیشہ ناکام بنادیا۔ اس قسم کا ایک مظاہرہ اس وقت ہوا جب آپ نے رسم تنہیت پر ضرب کاری لگاتے ہوئے منہ بولے بیٹے حضرت زید کی مطلقہ اور اپنی پھوپھی زاد سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تھا، اور دوسرا سخت وار اس غزوہ کے موقع پر کیا یعنی ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی۔

پھر جب واقعہ اُفک سے مدینے کے معاشرے میں ایک ہلچل

برپا ہوئی جس سے منافقین کا ایک مقصد یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر کی عزت پر حملہ کیا جائے اور دوسری طرف اسلامی معاشرے کی بلند اخلاقی اور وقار کو گرانے کی کوشش کی جائے۔ اللہ تعالیٰ نے ان مواقع پر منافقوں کی مناسب مذمت کرنے کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کی توجہ یہ تعلیم دینے کی طرف مبذول کرائی کہ تمہارے اخلاقی محاذ میں جہاں جہاں رخنے موجود ہیں، ان کو بھر دو اور اس محاذ کو اور زیادہ مضبوط کر لو تا کہ اول تو مسلم معاشرہ برائیوں کی پیداوار اور ان کے پھیلاؤ سے محفوظ رکھا جائے اور اگر وہ پیدا ہو ہی جائیں تو پھر ان کا پورا پورا اور فوری تدارک کیا جائے۔

اشاعت فحش سنگین اور ناقابل برداشت جرم

﴿إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۖ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۝ وَلَوْ لَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ وَأَنَّ اللَّهَ رَعُوفٌ ذَرِيمٌ ۝﴾ [النور: ۲۰، ۱۹]

”جو لوگ مسلمانوں میں بے حیائی پھیلانے کے آرزو مند رہتے ہیں ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے، اللہ سب کچھ جانتا ہے اور تم کچھ بھی نہیں جانتے۔ اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی اور یہ بھی کہ اللہ بڑا شفیق اور مہربان ہے، تو سخت سزا ملتی۔“

موقع محل کی مناسبت سے تو آیت کا براہ راست مفہوم قصہ افک کے تناظر میں سمجھنا مشکل نہیں ہے۔ لیکن آیت کا اطلاق عمومی ہے یعنی وہ تمام قصے، کہانیاں، ڈائجسٹ، اشعار، غزلیں، گانے، تصویریں اور تفریحی مشاغل، میڈیا، سینما، فلم انڈسٹری اور وہ تمام اڈے جن سے معاشرہ میں فحش پھیلتا ہو اس آیت کی رو سے سخت قبیح جرم ہیں۔ نیز وہ کلب اور ہوٹل اور دوسرے ادارے جن میں مخلوط رقص اور مخلوط تفریحات کا انتظام کیا جاتا ہے۔ قرآن صاف کہہ رہا ہے کہ یہ

ناجائز ہیں اور ان کے سرانجام دینے والے ”ستارے“ یا ”ہیرو“ نہیں ”خباثت کے غبارے“ اور ”انجام کے لحاظ سے بالکل زیرو“ ہیں۔ یہ لوگ قابل عزت نہیں مجرم ہیں۔ صرف آخرت ہی نہیں دنیا میں بھی ان کو سزا ملنی چاہیے۔

ایک اسلامی حکومت کا فرض ہے کہ اشاعت فحش کے ان تمام ذرائع و وسائل کا سدباب کرے اس کے قانون تعزیرات میں ان تمام افعال کو مستلزم سزا، قابل دست اندازی پولیس ہونا چاہیے جن کو قرآن یہاں پبلک کے خلاف جرائم قرار دے رہا ہے اور فیصلہ کر رہا ہے کہ ان کا ارتکاب کرنے والے سخت سزاؤں کے مستحق ہیں۔ کیوں کہ عام لوگ نہیں جانتے کہ اس طرح کی ایک ایک حرکت کے برے اثرات معاشرے میں کہاں کہاں تک پہنچتے ہیں، کتنے افراد کو متاثر کرتے ہیں اور مجموعی طور پر ان کا کس قدر نقصان اسلامی معاشرے کو اٹھانا پڑتا ہے۔ اس چیز کو اللہ خوب جانتا ہے۔ اس لیے جن برائیوں کی وہ نشان دہی کر رہا ہے انھیں پوری قوت سے مٹانے کی کوشش کرو۔ کیوں کہ اس راستے سے شیطان تمھیں نجاتوں میں ملوث کرنا چاہتا ہے۔ اگر اللہ اپنے فضل و کرم سے تم کو نیک و بد کی تمیز نہ سمجھائے اور تمہیں اصلاح کی تعلیم و توفیق سے نہ نوازے تو تم میں سے کوئی شخص اپنی قوت کے زور سے پاک نہیں رہ سکتا۔ اللہ خوب جانتا ہے کہ بھلائی کا جذبہ کس میں موجود ہے اسی لحاظ سے جس کو چاہتا ہے وہ پاک کر دیتا ہے اور سمجھنے کی صلاحیت بخشتا ہے۔

واقعہ میں ملوث مسلمانوں سے درگزر کرنے کی ہدایت

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا خُطُوتِ الشَّيْطَانِ ۚ ط وَ مَنْ يَتَّبِعْ خُطُوتِ الشَّيْطَانِ فَإِنَّهُ يَأْمُرُ بِالْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ ۚ ط وَلَوْ لَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ مَا زَكَايَ مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ أَبَدًا ۚ وَلَكِنَّ اللَّهَ يُزَكِّي مَنْ يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝ لَا يَأْتِلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَ السَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولَى

الْقُرْبَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۚ وَ
لِيَعْفُوا وَيُصَفِّحُوا ۖ لَا تَحْسَبُوهُنَّ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ ۗ وَاللَّهُ
غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٢٢٠﴾ [النور: ٢٢٠]

”ایمان والو! شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو جو شخص شیطان کی پیروی کرے گا، تو وہ اسے بے حیائی اور برے کاموں کا ہی حکم کرے گا اور اگر اللہ کا فضل و کرم تم پر نہ ہوتا تو تم میں سے کوئی بھی کبھی بھی پاک نہ ہوتا لیکن اللہ جسے پاک کرنا چاہے، کر دیتا ہے اور اللہ سمیع و علیم ہے۔ اور قسم نہ کھائیں وہ لوگ جو تم میں سے صاحبِ قدرت اور صاحبِ استطاعت ہیں۔ اس بات کی کہ وہ اپنے رشتہ دار اور مسکینوں اور مہاجروں کی مدد نہ کریں گے بلکہ معاف کر دینا اور درگزر کر لینا چاہیے کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تمہارے قصور معاف فرمادے، اللہ غفور و رحیم ہے۔“

جو صادق الایمان مسلمان [واقعہ افک میں مخالف طرف جا کھڑے ہوئے، ان سے درگزر کرنے کا حکم!]

سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر لگائے گئے الزام کو ہوا دینے والے ان صادق الایمان لوگوں میں سے ایک مسطح بن اثاثہ بھی تھے۔ ان کی والدہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی رشتہ میں خالہ تھیں۔ خاوند کی وفات کے بعد ام مسطح اور خود مسطح حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی زیر کفالت تھے۔ ان پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بہت احسان تھے۔ اس لیے آپ کو ان کے اس کردار سے بہت دکھ ہوا۔ جب سیدہ عائشہ کی برأت نازل ہو گئی تو حضرت صدیق نے ان کی کفالت بند کرنے کی قسم کھالی۔ بعض دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہ نے بھی ایسے تمام افراد کی مدد جاری رکھنے سے ہاتھ کھینچ لینے کا اعلان کر دیا مگر جب یہ آیت اتری تو اس کو سنتے ہی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فوراً کہا: بلسی واللہ انا نحب ان تغفر لنا ربنا واللہ ضرور ہم چاہتے ہیں کہ اے ہمارے رب تو ہماری خطائیں معاف فرمادے۔ چنانچہ آپ نے پھر مسطح کی مدد شروع کر دی اور پہلے سے زیادہ ان پر احسان کرنے لگے اسی طرح باقی صحابہ کرام نے بھی اپنی اپنی قسمیں واپس لے

لیں تھیں۔

پاک دامن خواتین پر تہمت تراشی کی سنگینی

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ لُعُنُوا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝ يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ أَلْسِنُهُمْ وَأَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ يَوْمَئِذٍ يُرْفِعُهُمُ اللَّهُ ذِينَهُمُ الْحَقِّ وَيَعْلَمُونَ أَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِينُ ۝﴾ [النور: ٢٣-٢٥]

”جو لوگ پاک دامن بھولی بھالی باایمان عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں وہ دنیا و آخرت میں ملعون ہیں اور ان کے لیے بڑا بھاری عذاب ہے۔ ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ پاؤں ان کے خلاف گواہی دیں گے۔ اس دن اللہ انھیں پورا پورا بدلہ حق و انصاف کے ساتھ دے گا اور وہ جان لیں گے کہ اللہ ہی حق ہے اور سچ کو سچ کر دکھانے والا ہے۔“

غافلات وہ بھولی بھالی عورتیں جنہیں خبر ہی نہیں کہ بدکاری و بدچلنی کیا ہوتی ہے۔ جو چھل بٹنے نہیں جانتیں، جن کے دل پاک ہیں جن کے حاشیہ خیال میں بھی یہ اندیشہ نہیں گزرتا کہ کوئی ان پر بدچلنی کا الزام لگا سکتا ہے۔ اسلام نے شریف پاک دامن عورتوں کا وصف یہ بیان کیا ہے۔ لیکن کھیل کھائی ہوئی، چاروں کھونٹ گھومی گھامی ہوئی، اپنے حقوق کے لیے مرنے مارنے والیاں کسی معاشرہ میں جو درجہ بھی رکھتی ہوں سو ہوں لیکن اسلامی معاشرے میں یقیناً کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔ کیوں کہ یہاں عظمت عفت و پاکدامنی میں ہے جو ان کے ہاں شاید اولیت نہیں رکھتا۔

فضیلت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

آیت ۱۱ سے لے کر ۲۶ تک آیات سیدہ ام المومنین کی شان میں نازل ہوئیں۔ ان آیات سے اور خاص طور پر آخری آیت سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاکیزگی اور تقدس اور نبی ﷺ کی شایانِ شان بیوی

الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بغيرِ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدْ احْتَمَلُوا
بُهْتَانًا وَائْتِمَانًا مُبِينًا ﴿[الاحزاب: ۵۸، ۵۷]

”یعنی جو لوگ اللہ و رسول کو ایذا دیتے ہیں ان پر دنیا و آخرت میں اللہ کی پھنکار ہے۔ اور جو اہل ایمان مردوں اور مومنہ عورتوں کو ناجائز طور پر ایذا دیتے ہیں وہ بڑے بہتان اور کھلے گناہ کا بوجھ اٹھائے ہوئے ہیں۔“

ایسے بد نصیب کی توبہ قبول نہیں

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں چار گواہ نہ لاسکتے پر سزا دالی آیت عام ہے، جس کا اطلاق ایمان دار عورتوں پر تہمت لگانے والوں پر ہوتا ہے۔ سزا ملنے کے بعد ان کی توبہ قبول ہے۔ لیکن یہ آیت ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ.....﴾ تو ازواجِ مطہرات کے بارے میں اتری ہے اس لیے ان بہتان بازوں کی توبہ بھی قبول نہیں۔ یہ سن کر اکثر لوگوں نے چاہا کہ آپ کی پیشانی چوم لیں۔ کیوں کہ آپ نے نہایت ہی عمدہ تفسیر بیان کی ہے۔ [ابن کثیر]

بہتان کی اخروی عبرت کا سزا

آخرت میں تہمت لگانے والا زبردست عذاب کا مستحق ہوگا، اس کے خلاف اس کے اپنے ہاتھ پاؤں گواہی دیں گے۔ جو لوگ پاک دامن، بے خبر عورتوں پر تہمتیں لگاتے ہیں ان پر دنیا و آخرت میں لعنت کی گئی ہے اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔ وہ اس دن کو بھول نہ جائیں جب کہ ان کی اپنی زبانیں اور ان کے اپنے ہاتھ پاؤں ان کے کرتوتوں کی گواہی دیں گے۔ اسی دن اللہ انھیں بھرپور بدلہ دے دے گا جس کے وہ مستحق ہیں اور انھیں معلوم ہو جائے گا کہ اللہ ہی حق ہے، سچ کو سچ کر دکھانے والا۔

﴿يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ أَلْسِنَتُهُمْ وَأَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ يَوْمَئِذٍ يُوقِفُهُمُ اللَّهُ دِينَهُمُ الْحَقَّ وَ يَعْلَمُونَ أَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِينُ﴾ [النور: ۲۵، ۲۴]

ہونے کی گواہی ملتی ہے اور یہ گواہی قیامت تک کے لیے ہے جسے کوئی چیلنج نہیں کر سکتا۔

اس گواہی سے جو مرتبہ حق تعالیٰ کے ہاں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ہے، ظاہر ہو رہا ہے کہ جس تفصیل و اہتمام سے ان کی صفائی قرآن میں پیش کی گئی ہے، کسی اور کی نہیں ہوئی۔ اب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عصمت میں شک کرنا قرآن میں شک کرنے کے مترادف ہوگا۔ اس سب کے باوجود آپ کی شان اقدس میں جو لوگ گستاخی کر رہے ہیں ان کے لیے پاک دامن بیبیوں پر تہمت تراشنے والوں پر دنیا و آخرت دونوں میں اللہ کی پھنکار ہے۔ جس طرح حب علی رضی اللہ عنہ کی آڑ میں ایک گمراہ فرقہ اصحاب رسول خاص طور پر ام المومنین، خلیفہ اول بلا فصل حضرت صدیق اکبر اور ناطق بالحق والصواب حضرت امامنا عمر بن الخطاب، کامل الحیاء والايمان، جامع القرآن حضرت عثمان ابن عفان، خال المومنین امین الحق والہدایہ حضرت امامنا امیر معاویہ اور دیگر اصحاب رسول کے بارے میں گندگی نکالتے ہیں: لعنہم اللہ فی الدنیا والآخرۃ۔ انھیں کم از کم حبیب کائنات ﷺ کے ساتھ ان کے رشتوں کا ہی لحاظ کر لینا چاہیے۔

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی اہانت پر اللہ کا غصہ

جب عام مسلمانوں پر تہمت لگانے کی یہ سزا ہے تو انبیاء کی بیویوں پر جو مسلمانوں کی مائیں ہیں، بہتان باندھنے والوں کی سزا کیا ہوگی؟ اور خصوصاً اس بیوی پر جو صدیق اکبر کی لخت جگر تھیں۔ علماء کا اس پر اجماع ہے کہ ان آیتوں کے نزول کے بعد بھی جو شخص ام المومنین کے بارے میں نازیبا بات کہے وہ اسلام سے باہر ہے کیوں کہ اس نے قرآن کے خلاف کیا اور اسے جھٹلایا۔ ایسے موذی، بہتان پر داز دنیا و آخرت میں اللہ کی لعنت کے مستحق ہیں۔

﴿إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةِ وَ أَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا ۝ وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ

دنیا اور آخرت میں ان پر لعنت کی گئی ہے۔

لعنت سے مراد اللہ کی رحمت سے دور اور مجبور ہونے کے ہیں اور عین یہی حالت ابلیس کی ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **وَإِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِي إِلَى يَوْمِ الدِّينِ** - ص ۷۸ ”اور میری طرف سے قیامت تک تجھ پر لعنت ہے۔“

قیامت کے دن جب ساری مخلوق جمع ہوگی تو اللہ تعالیٰ اپنی جملہ خلائق کے سامنے اس کو ڈانٹے گا جس کی صورت یہ ہوگی کہ اس کی زبان اور اس کے دونوں ہاتھ، دونوں پاؤں اس کے خلاف گواہی دیں گے کہ دنیا میں رہ کر وہ ہلاکت و معصیت کے کون کون سے کام کیا کرتا تھا۔ حتیٰ کہ وہ پاک دامن سادہ لوح مسلم خواتین پر تہمت لگایا کرتا تھا۔ جب جسم کے یہ حصے گواہی دیں گے تو اللہ تعالیٰ اپنا ٹھیک ٹھیک فیصلہ صادر فرمادیں گے اور حکم ہوگا کہ اس کو دوزخ کی آگ میں جھونک دیا جائے۔

دنیا و آخرت میں نفوس کی درجہ بندی

دنیا و آخرت میں نفوس کی درجہ بندی اخلاق کے اعتبار سے ہوگی۔ خبیث لوگوں کا معاشرہ الگ ہے اور طیب لوگوں کا الگ۔

﴿الْخَبِيثَاتُ لِلْخَبِيثِينَ وَالْخَبِيثُونَ لِلْخَبِيثَاتِ وَالطَّيِّبَاتُ لِلطَّيِّبِينَ وَالطَّيِّبُونَ لِلطَّيِّبَاتِ أُولَئِكَ مُبَرَّءُونَ مِمَّا يَقُولُونَ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ﴾ [النور: ۲۶]

”خبیث عورتیں خبیث مردوں کے لیے ہیں اور خبیث مرد خبیث عورتوں کے لیے اور پاک عورتیں پاک مردوں کے لائق ہیں اور پاک مرد پاک عورتوں کے لائق ہیں ایسے پاک لوگ ان کی یا وہ گویوں سے بالکل بری ہیں، ان کے لیے بخشش ہے اور باوقار رزق ہے۔“

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایسی بری بات برے لوگوں کے لیے ہے۔ بھلی بات کے حق دار بھلے لوگ ہوتے ہیں یعنی اہل

نفاق نے صدیقہ رضی اللہ عنہا پر جو تہمت باندھی ہے اور ان کی شان میں جو بد الفاظی کی اس کے لائق وہ خود ہیں اس لیے کہ وہ بد ہیں اور خبیث ہیں۔ صدیقہ رضی اللہ عنہا چوں کہ پاک ہیں اس لیے وہ پاک کلموں کے لائق ہیں وہ ناپاک بہتان سے بری ہیں۔

یہ آیت بھی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں نازل ہوئی آیت کا صاف مطلب ہے کہ اللہ کے رسول جو ہر طرح طیب ہیں۔ ناممکن ہے کہ ان کے نکاح میں اللہ کسی ایسی عورت کو دے جو خبیثہ ہو اور خبیثہ عورتیں تو خبیث مردوں کے لائق ہیں۔ اس لیے فرمایا کہ یہ لوگ ان تمام تہمتوں سے پاک ہیں جو دشمنان رب العالمین باندھ رہے ہیں۔ انہیں ان کی بدکلامیوں سے جو رنج و ایزد اپنچی ہے وہ بھی ان کے لیے باعث مغفرت بن جائے گی۔ چوں کہ آپ حضور ﷺ کی بیوی ہیں اس لیے عدن کے باغوں میں آپ کے ساتھ رہیں گی اور یہ صلہ ان کو اس کلفت و اذیت کے باعث ہے جو واقعہ اُفک کی تاریک راتوں میں پہنچی تھی۔



حضرت مولانا

محمد اسحاق بھٹی صاحب

ضروری
اعلان

کے رواں دواں قلم اور ان کے مخصوص انداز میں معلوماتی اور تفصیلی مضمون

”استاذ الاساتذہ مولانا عبد الغفار حسن رحمانی، عمر پوری رضی اللہ عنہ“ کے حالات پر ہفت روزہ الاعتصام کی قریبی اشاعتوں میں قسط وار آ رہا ہے۔

[ادارہ]

- ①.....سجدہ رہ جانے کی صورت میں سجدہ سہو۔ ②.....تیکمیل قرآن پر مٹھائی وغیرہ۔
- ③.....سجدہ سہو کا طریقہ۔ ④.....بچوں کو مصروف کرنے کے لیے فلم چلانا۔
- ⑤.....تقسیم وراثت۔ ⑥.....زندہ کی وراثت۔ ⑦.....عید گاہ کے لیے جگہ مخصوص کرنا۔
- ⑧.....پانی کی ٹینکی میں چھپکلی وغیرہ کا حکم۔ ⑨.....پینٹ شرٹ کا حکم۔
- ⑩.....سواری پر نماز۔ ⑪.....تبہا کو کا کار بار۔

حضرت مولانا حافظ ثناء اللہ خان مدنی صاحب

امور کا اضافہ سنت سے ثابت نہیں۔

سوال: بیشتر اوقات مختلف العقیدہ مکتبہ فکر کی مساجد میں نماز پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ ہر مسلک کے ائمہ کرام ”سجدہ سہو“ مختلف اطوار سے ادا فرماتے ہیں۔ براہ کرم ”سجدہ سہو“ کس وقت اور کیوں کر کرتے ہیں؟ کیا کیا پڑھ کر کرتے ہیں اور پھر سلام کس وقت پھیرتے ہیں؟ براہ کرام تفصیلاً ارشاد فرما دیجیے گا۔ [محمد صدیق چوہدری، راولپنڈی]

جواب: سجدہ سہو جس حالت میں جیسے سنت وارد ہے ویسے ہی کرنا چاہیے پس اگر ایک شخص بھول کر دیا تین رکعات سے سلام پھیر دیتا ہے تو اسے ابو ہریرہ اور عمران رضی اللہ عنہما کی حدیث کے مطابق سلام کے بعد سجدہ سہو کرنا چاہیے اگر وہ دو رکعت پڑھ کر اٹھ کھڑا ہوا اور بیٹھا نہیں تو اسے نماز مکمل کر لینے کے بعد ابن نجیم رحمہ اللہ کی حدیث کی رو سے قبل السلام سجدہ کرنا چاہیے۔ اگر اسے تین یا چار رکعت میں شک واقع ہو جاتا ہے تو اسے یقین پر اعتماد کرتے ہوئے ابوسعید اور عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہما کی حدیث کی رو سے سلام سے قبل سجدہ سہو کرنا ہوگا اور اگر اسے شک واقع ہو مگر اسے یہ بالکل علم نہیں ہے کہ اس نے کتنی رکعت ادا کی ہیں۔ تو وہ ظن غالب پر بناء کرتے ہوئے نماز پوری کرے اور حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے مطابق سجدہ سہو بعد السلام کرے ایسا کرنے سے ان سب احادیث پر عمل کرنے والا بن جائے گا۔ مذکورہ صورتوں کے علاوہ اگر کوئی اور صورت پیش آ جاتی ہے تو وہ مذکورہ صورتوں میں سے جس صورت کے

سوال: اگر کسی نمازی سے پہلی رکعت کا دوسرا سجدہ رہ جائے پھر نماز کے بعد اس کو بتایا گیا تو اب وہ کیا کرے؟ بینوا و تواجر و

[سائل: ایک قاری الاعتصام، لاہور]

جواب: ہمارے شیخ محدث روپڑی رحمہ اللہ ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں: دو سجدوں میں اگر ایک سجدہ رہ جائے تو جس رکعت میں سجدہ رہا ہے وہیں سے نماز شروع کرے جس کی صورت یہ ہے کہ ایک سجدہ پہلے ہو چکا ہے ایک اور سجدہ کر کے اس کے بعد کی رکعتیں پڑھ لے پھر اخیر میں التحیات کے بعد سلام پھیرنے سے پہلے یا بعد سجدہ سہو کرے کیوں کہ دونوں سجدے رکن ہیں ایک کے چھوٹنے سے نماز نہیں ہوتی۔

[فتاویٰ اہل حدیث: ۲/۲۸۰]

سوال: کیا ۲ رمضان کو قرآن مکمل کرنا پھر اس پر مٹھائی بسلسلہ تقاریر اور اجتماعی دعا اور پھر اس پر مزید اضافہ کہ مسجد کی لائٹس بند کرنا۔ کیا قرآن و سنت سے جائز ہے اور اندھیرے میں اجتماعی دعا کا کیا ثبوت ہے؟ [ثناء اللہ بھٹ]

جواب: بلاشبہ رمضان میں تلاوت قرآن مجید کا اہتمام کثرت سے ہونا چاہیے۔ چنانچہ مشکوٰۃ باب الاعتکاف میں حدیث ہے رسول اللہ ﷺ ہر رمضان میں جبریل علیہ السلام سے قرآن مجید کا دور کرتے تھے اور جس سال آپ فوت ہوئے اس سال دو دفعہ دور کیا۔ لیکن ستائیس تاریخ کی تعیین نہیں بلا تعیین ستائیس کو بھی ختم ہو جائے تو کوئی حرج نہیں۔ باقی

قریب ہوگی اس کا حکم اسی صورت کا حکم ہوگا۔

[صحیح ابن حبان: ۱/۱۹۵، ۱۹۶]

علامہ شوکانی کا بھی یہی قول ہے مگر ابن حبان اور ان کے قول میں فرق یہ ہے کہ انھوں نے نئی پیش آمدہ صورت میں اختیار کو اختیار کیا ہے یعنی اس صورت میں سجدہ قبل السلام و بعد السلام کرنے میں اختیار ہے۔ واضح رہے کہ اس مسئلہ میں اختلاف فضیلت کی حد تک ہے یعنی سجدہ سہو قبل السلام افضل ہے یا بعد السلام۔ رہا جواز تو اس میں کسی کو کوئی اختلاف نہیں۔ [ملاحظہ ہو نیل الاوطار (۱۱۲/۳) بحوالہ القول المقبول، (ص: ۵۱۱)] واضح ہو کہ سجدہ سہو سلام سے قبل یا بعد کرنے کا ذکر تو آپ احادیث میں ملاحظہ فرما چکے لیکن صرف ایک ہی طرف سلام پھیر کر سجدہ سہو کرنا سنت سے ثابت نہیں اور اس میں تسبیح وہی ہے جو عام حالات میں پڑھی جاتی ہے۔

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ میرے دو بچے ہیں جن کی عمریں ۱۴ ماہ اور ساڑھے چار سال ہیں۔

یہ دونوں انتہائی تنگ کرتے ہیں۔ ہمارا گھرانہ مذہبی ہے بچوں کو قرآن اور احادیث بھی بتائی جاتی ہیں اور پردہ بھی۔ نیز بیوی بالکل بند ہے۔ اکثر و بیشتر میری بیوی کو نماز پڑھنے میں بہت تنگ کرتے ہیں۔ ہمارے پاس ایک فلم ہے جس میں ہاتھی، شیر، گھوڑے وغیرہ ہیں، ہمیں اس حدیث کا پتا چلا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا گھوڑوں سے کھیلتی تھیں تو حضور ﷺ منع نہیں فرماتے تھے۔

فتویٰ عنایت کریں کیا مذکورہ صورت میں میری بیوی نماز اور قرآن خشوع سے پڑھنے کی خاطر لالچ کے طور پر بچوں کو یہ فلم بی بی پر لگا کے دے سکتی ہے؟ کیا مندرجہ بالا حدیث تصویروں کی حرمت کے احکام کے باعث منسوخ ہے؟

جواب: اسلام کھیل براہ کھیل کا قائل نہیں۔ تصویر کا اس وقت جواز ہے جب اس سے مصلحت یا تربیت کا کوئی پہلو وابستہ ہو جو تہذیب نفوس، ثقافت یا تعلیم کے لیے مفید ہو مشار الیہ حدیث کو اہل علم نے تربیت

اولاد پر محمول کیا ہے منسوخ نہیں۔ چنانچہ امام قرطبی فرماتے ہیں:

”قال العلماء وذلك للضرورة الى ذلك وحاجة

البنات حتى يتدربن على تربية اولادهن ثم انه لا

بقاء لذلك۔“ [احکام القرآن: ۱۴/۲۷۵]

مذکورہ بالا کھیل میں بچوں کی تربیت اولاد مقصود نہیں اس لیے اس پر بچوں کو مصروف رکھنا ناجائز ہے۔ ان کو مشغول رکھنے کا کوئی مباح طریقہ کار اختیار کرنا چاہیے۔ مثلاً: کھانے کے لیے ٹافیاں یا بچوں کی کسی مرغوب شے سے ان کا دل بہلایا جاسکتا ہے۔

سوال: ایک بزرگ کا انتقال ہو گیا ہے۔ انھوں نے ایک بیوہ دو بیٹے اور دو بیٹیاں چھوڑی ہیں۔ یہ معلوم کرنا ہے کہ ورثہ کس حساب سے تقسیم ہوگا۔ ایک بیٹی کچھ عرصہ قبل وفات پا چکی ہے۔ کیا اس مرحومہ کے بچوں میں تقسیم کیا جائے گا؟ ان کا ایک مکان اور ایک کاروبار ہے۔ برائے مہربانی الاعتصام میں فوری تحریر فرمادیں تاکہ تقسیم عمل میں لائی جاسکے۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے، آمین۔

[فرحان احمد، کراچی]

جواب: بالا صورت میں بیوہ کے لیے آٹھواں حصہ ہے۔ کیوں کہ میت کی اولاد موجود ہے قرآن مجید میں ہے: ﴿فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثَّمَنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ﴾ اور اگر تمہاری اولاد نہ ہو تو بیویوں کا آٹھواں حصہ ہے۔ [النساء: ۱۲] اور باقی جائیداد لڑکے کے لیے دوہرہ اور لڑکی کے لیے اکہرہ حصہ ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثِيَيْنِ﴾ [النساء: ۱۱] ایک لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے حصے کے برابر ہے۔“

بصورت تفصیل نقشہ مسئلہ آٹھ سے بنتا ہے ایک بیوی کے لیے اور باقی سات چوں کہ چھ پر صحیح تقسیم نہیں ہوتے۔ لہذا چھ کو آٹھ میں ضرب دی تو اڑتالیس ہوئے چھ بیوی کے لیے اور باقی بیالیس اور آٹھائیس حصہ برابر لڑکوں کے لیے چودہ چودہ اور لڑکیوں کے لیے حصہ برابر سات سات کل اڑتالیس ہوئے۔ اور جولڑکی فوت ہو چکی ہے اس کا

حصہ اس کی اولاد میں تقسیم ہوگا۔

سوال: میرے والد صاحب نے اپنی جائیداد میں سے میری والدہ کے کہنے پر اُن کا شرعی حصہ جو کہ ہے اپنے نواسے کے نام منتقل کر دیا ہے۔ اب جب کہ وارث اور وراثت میں حصہ داران سب زندہ ہیں تو قرآن وحدیث کی رو سے فتویٰ عنایت فرمائیں کہ اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

جواب: بقید حیات عطا کردہ چیز کا نام ہبہ ہے وراثت نہیں۔ وراثت کا تعلق موت کے بعد سے ہے معلوم نہیں والدین میں سے پہلے کس نے فوت ہونا ہے۔ لہذا والدہ کا یہ قول کہ میں اپنا شرعی حصہ شوہر کی وراثت سے نواسے کے نام منتقل کرتی ہوں بلا فائدہ کلام ہے شرعاً اس کی کوئی حیثیت نہیں ہاں البتہ والد بذات خود اپنی ملکیت سے نواسے کو کوئی شے ہبہ کرنی چاہے تو ایسا کر سکتا ہے کیوں کہ وہ اس کا مالک ہے اور باقی حصہ داران کی بھی یہی حیثیت ہے۔

سوال: آج کل اکثر شہروں اور دیہات میں رواج ہے کہ عیدین پڑھنے کے لیے گاؤں کے باہر یا کہیں مناسب جگہ پر کچھ زمین حاصل کر کے اسے عید گاہ کے طور پر مخصوص کر لیا جاتا ہے اور اس کے ارد گرد چار دیواری کر لی جاتی ہے۔ وہ سارا سال بیکار پڑی رہتی ہے صرف سال میں دو دفعہ اس میں عید پڑھی جاتی ہے کیا یہ جائز ہے؟ کیا کھلی جگہ پر عید پڑھنا لازمی ہے؟ [غلام حسین تھاریا]

جواب: نماز عید کھلی جگہ جنگل میں یا ایسی جگہ جہاں چار دیواری نہ ہو کھلے میدان میں پڑھنے کی سعی کرنی چاہیے۔ بصورت دیگر جیسے بھی ممکن ہو نماز عید پڑھی جاسکتی ہے لیکن سال بھر مخصوص ایام کے لیے جگہ روک رکھنا غیر درست فعل ہے۔

سوال ①: پانی کی ٹینگی ہے جس میں قریباً دو اڑھائی من پانی ہوتا ہے۔ پانی اس میں جاری رہتا ہے مثلاً موٹر کے پائپ سے پانی داخل ہوتا ہے ادھر سے خارج بھی ہوتا رہتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ اگر اس ٹینگی میں چھپکلی گر جائے زندہ یا مردہ یا اس پانی میں جانور

حلال یا حرام بیٹ کر دیں تو کیا اس پانی کو استعمال کیا جاسکتا ہے؟
جواب: ایسی صورت میں ٹینگی سے پانی نکال کر اسے صاف کر لینا چاہیے۔ پانی اصلاً پاک ہے دو طرح سے نجس ہوتا ہے: ① نجاست کی وجہ سے اس کا رنگ، بو، مزہ بدل جائے تو وہ پلید ہو جاتا ہے خواہ تھوڑا ہوا بہت۔ ② اندازاً پانچ مشک سے اس کی مقدار کم ہو تو نجاست کے پڑنے سے پلید ہو جاتا ہے خواہ رنگ، بو، مزہ بدلے یا نہ بدلے۔

اور پانی میں پاک شے پڑنے سے بعض دفعہ اس کا نام اور ہو جاتا ہے مثلاً: شربت یا عرق یا لسی وغیرہ تو اس سے وضو اور غسل نہیں ہوگا۔ ہاں اگر پانی کا نام نہ بدلے جیسے کنویں میں پتے گرنے سے رنگ، بو، مزہ بدل جاتا ہے مگر اس کا نام پانی ہی رہتا ہے تو اس سے وضو غسل وغیرہ درست ہے۔ یہی حکم پانی میں حلال جانور گرنے کا ہے۔

سوال ②: پینٹ شرٹ پہننا کیا جائز ہے، ٹائی وغیرہ بھی؟
جواب: جس طرز لباس کو شرفائے قوم اختیار کر لیں اس کا پہننا جائز ہے اگرچہ معاشرہ میں غیر قوم کا شعار سمجھا جائے۔ نبی ﷺ نے شامی جب پہننا تھا حالاں کہ وہ اس وقت دار الکفر تھا اور بعض روایات میں رومی کا ذکر ہے۔ صحیح بخاری باب الصلاة فی الجبة الشامیة۔

[فتح الباری: ۱/ ۶۱۳]
سوال ③: کیا گاڑی یا کشتی پر فرض نماز ادا کرنا جائز ہے؟
جواب: اصل یہ ہے کہ فرض نماز زمین پر ادا کی جائے۔ ہاں البتہ اضطراری حالت میں جواز ہے۔ تاہم کشتی میں نماز کے جواز کی تصریح موجود ہے۔ ملاحظہ ہو منتقى الاخبار باب الصلاة فی السفینة۔
[نبیل الاوطار: ۳/ ۲۱۱]

سوال ④: کیا سگریٹ یا تمباکو کا کار بار جائز ہے؟
[سائل: اسماعیل احمد فاروقی، گوجران والا]
جواب: صحیح مسلک کے مطابق حقہ، سگریٹ حرام ہے لہذا اس کا کار بار کرنا بھی حرام ہے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو۔

[فتاویٰ اہل حدیث: ۳/ ۳۱۸]



صحیحین میں

غنائے جاریتین کی روایت

پراہل اشراق کے اعتراضات کا جواب

ابوالبر مولانا ارشاد الحق اثری

ایک اور گھٹلا

یہی نہیں اس سے بھی عجیب تر بات یہ ہے کہ محترم عمار صاحب فرماتے ہیں کہ ہمارے بیان کیے ہوئے اصول ہی کے تحت ام المومنین کی زیر بحث روایت میں ایک دوسرے راوی کے بیان کردہ اضافے پر ہماری تنقید سے راقم نے اتفاق کیا ہے۔ اسحاق بن راشد نے ابن شہاب زہری سے روایت میں دوسرے تلامذہ کے خلاف یہ اضافہ کیا ہے کہ ابوبکر نے دونوں لونڈیوں کو برا بھلا کہا اور ان کے دف پھاڑ دیے۔ اس حوالے سے راقم نے عرض کیا تھا کہ ”اسحاق بن راشد گو ثقہ ہیں تاہم امام زہری سے روایت کرنے میں ان کے کچھ ادہام ہیں۔ اور یہ روایت بھی اسحاق بن راشد نے امام زہری سے ہی بیان کی ہے۔“

اسی عبارت کو محترم عمار صاحب نے اپنی موافقت میں پیش کرتے ہوئے فرمایا: ہمارا سوال یہ ہے کہ کیا کسی ثقہ راوی کے ہاں کچھ ادہام کے پائے جانے سے یہ لازم آتا ہے کہ اس کی نقل کردہ روایات اور زیادات بالکل قابل اعتبار نہ رہیں؟ خود مولانا محترم (راقم) نے ہشام بن عروہ کے عراقی تلامذہ کی روایات میں بعض ادہام کے پائے جانے کا اعتراف کرنے کے باوجود ان کا دفاع کیا ہے۔ الخ

[اشراق، ص: ۳۵، ۳۶ ستمبر ۲۰۰۶ء]

یہاں پہلے تو یہ دیکھئے کہ اسحاق بن راشد ثقہ و صدوق ہیں مگر امام زہری کی روایات میں ان کے کچھ ادہام ہیں۔ حتیٰ کہ امام بیہقی بن معین نے تو فرمایا ہے: ”لیس هو فی الزہری بذاك۔“ امام محمد بن بیہقی الذہلی، جن کا امام زہری کی روایات میں اختصاص محدثین کے ہاں معروف ہے، فرماتے ہیں:

”هو مضطرب الحديث فی حدیث الزہری۔“ اسی طرح امام نسائی نے فرمایا ہے کہ اسحاق کی زہری سے روایات قوی نہیں، لیس بذاك القوی۔ [التہذیب، ج: ۱، ص: ۲۳۰،

مقدمہ فتح الباری، ص: ۳۸۹، تحفة الاشراف، ج: ۱۲، ص: ۲۸]

امام زہری سے اسحاق کی روایات میں کلام کے باعث ہی امام بخاری رحمہ اللہ نے تنہا ”اسحاق عن الزہری“ کی سند سے کوئی روایت نہیں لی۔ حافظ عیسیٰ ابن حجر نے بھی لکھا ہے: ”غالب ما أخرج له البخاری ما شارکہ فیہ غیرہ عن الزہری وہی مواضع

یسيرة۔“ [ہدی الساری، ص: ۳۸۹]

”امام بخاری رحمہ اللہ نے زہری سے اس کی اکثر وہ روایات بیان کی ہیں جن میں دوسرے اس کے شریک ہیں اور وہ چند مقامات ہیں۔“

اس سے امام بخاری کے تتبع اور احتیاط کی تائید ہوتی ہے۔ اسی بنا

پر راقم نے عرض کیا تھا اسحاق کی روایت میں ”فسبہما و خرق دفیہما“ کے الفاظ محل نظر ہیں کیوں کہ اسحاق بن راشد کے علاوہ امام زہری کے باقی تلامذہ میں سے کسی نے بھی یہ الفاظ یا اس نوعیت کی بات منقول نہیں جس میں دف پھاڑنے کا ذکر ہو۔ کسی ثقہ راوی کے ہاں کچھ اوہام پائے جانے سے بلاشبہ اس کی تمام روایات ناقابل اعتبار نہیں ہوتیں۔ لیکن ثقہ راوی جب ایسے راوی سے روایت کرے، جس سے روایت کرنے میں محدثین نے اس پر کلام کیا ہو اور وہ اس سے روایت کرنے میں یا کوئی زیادت ذکر کرنے میں منفرد ہو تو اس کا تفرّد قابل قبول نہیں ہوگا۔

امام زہری سے اسحاق بن راشد کی روایت پر ہمارے اس کلام کے تناظر میں، ابواسامہ حماد بن اسامہ کی ہشام سے زیر بحث روایت میں ابواسامہ کے تفرّد پر کلام کرنا قطعاً درست نہیں۔ اس لیے کہ ابواسامہ گو کوئی راوی ہیں مگر ہم بالذلیل واضح کر آئے ہیں کہ ہشام کے عراق جانے کے بعد اس کی تمام روایات میں وہم کا دعویٰ بے بنیاد ہے۔ ان کی زیادہ سے زیادہ انھی روایات میں کلام ہے جو انھوں نے دوسری یا تیسری بار جانے پر بیان کی تھیں، جب کہ امام مسلم، امام احمد، امام دارقطنی ان جیسی روایات کو طبیعت کے مختلف ہونے پر محمول کرتے ہیں۔ جب انبساط اور اطمینان کی صورت ہوتی تو ہشام اس کی پوری سند ذکر کرتے اور جب طبیعت غیر مطمئن ہوتی تو ارسال کرتے۔ اور یہ صرف ہشام ہی نہیں دوسرے ثقات بھی ایسا کرتے ہیں، جیسا کہ امام مسلم نے مثالیں دے کر اسے واضح کیا ہے۔

اس لیے ایسی چند روایات کی بنا پر نہ ان کی معنعن روایات پر اعتراض درست ہے اور نہ انھیں متغیر و مدلس ہی کہا جاسکتا ہے۔

ابواسامہ کو ہشام کے ساتھ جو اختصاص حاصل تھا اور امام احمد نے اس حوالے سے جو کچھ فرمایا ہے، قارئین کرام اسے پڑھ آئے ہیں کہ ابواسامہ سے بڑھ کر ہشام سے اچھی روایات بیان کرنے والا اور کوئی

نہیں۔ ان کی ہشام سے بیان کی ہوئی حدیث ”اُفک“ کی امام احمد نے تحسین فرمائی اور فرمایا: ”جَوْدَةٌ وَجَوْدَةٌ“، یعنی اسے اسامہ نے بہت خوب صورتی، بہت خوب صورتی سے بیان کیا۔ اسی طرح ہشام سے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے ترکہ کی روایت کے بارے میں فرمایا کہ کس اچھے طریقہ اور مکمل طور پر ابواسامہ نے اسے بیان کیا ہے۔

[شرح العلل لابن رجب، ج: ۲، ص: ۶۸۰]

ہشام سے ابواسامہ کی روایات کے بارے میں امام احمد کی ان وضاحتوں کے بعد کوئی عقل مند کہہ سکتا ہے کہ ابواسامہ عراقی ہیں، ہشام کی عراق میں بیان کردہ روایات مخدوش ہیں اور ان میں وہم پایا جاتا ہے، لہذا ابواسامہ کی یہ روایت بھی ان کے وہم کا نتیجہ ہے۔

مزید برآں ہشام کی ایسی روایات کے بارے میں بیان کرنے والے یہ بھی بتلاتے ہیں کہ ہشام کے اس آخری دور میں ان سے روایت کرنے والے کعب، ابن نمیر اور محاضر ہیں اور یہ روایت تو ہشام سے ابواسامہ بیان کرتے ہیں۔ اس اعتبار سے بھی ہشام کی اس روایت میں کلام سراسر بے اصولی پر مبنی ہے۔ لہذا جب ابواسامہ کی ہشام سے روایات معتبر اور صحیح ہیں تو ابواسامہ کے تفرّد کو ”اسحاق بن راشد عن الزہری“ میں اسحاق کے تفرّد پر قیاس کرنا علم وفن کی کوئی خدمت نہیں۔ کیوں کہ یہاں تو محدثین کرام نے سرے سے اس کی امام زہری سے روایت کو کمزور اور ان میں اس کا وہم بتلایا ہے۔ اس لیے زہری سے دوسرے ثقات کے مقابلہ میں اس کا تفرّد قابل قبول کیوں کر ہو سکتا ہے۔ امام بخاری کا اسلوب بجائے خود اس کا مؤید ہے کہ انھوں نے ”اسحاق عن الزہری“ کی وہی روایات لی ہیں جن میں اس کی متابعت پائی جاتی ہے، اور وہ بھی چند ایک۔ جیسا کہ حافظ ابن حجر نے بھی اس کی وضاحت کی ہے۔ شیخ صالح بن حامد الرفاعی رحمہ اللہ نے ایک مستقل کتاب ”الثقات الذين ضعفوا في بعض شيوهم“ کے عنوان سے لکھی ہے جس میں انھوں نے ان راویوں کا ذکر کیا ہے جو ثقہ

ہیں مگر وہ اپنے بعض شیوخ سے روایت کرنے میں ضعیف قرار دیئے گئے ہیں۔ اس میں انھوں نے اسحاق بن راشد کا بھی ذکر کیا ہے اور خلاصہ کلام جو ذکر کیا وہ یہ ہے:

”ان اسحاق بن راشد ثقة وقد ثبت سماعه من الزهري، لكن في حديثه عن الزهري بعض الوهم كما قال ابن حجر، لذلك لا يقبل من حديثه عن الزهري الا ما وافقه عليه غيره۔“

”اسحاق بن راشد ثقہ ہیں اور ان کا زہری سے سماع ثابت ہے لیکن اس کی زہری سے حدیث میں کچھ وہم ہے جیسا کہ ابن حجر نے کہا ہے، اس لیے زہری سے ان کی انہی روایات کو قبول کیا جائے گا جس میں دوسرے راوی نے اس کی موافقت کی ہو۔“ [الثقات، ص: ۲۰۰]

مگر کیا ابواسامہ حماد بن اسامہ کے بارے میں بھی کسی نے کہا ہے کہ اس کی ہشام سے روایات میں وہم پایا جاتا ہے۔ بلکہ اس کی ہشام سے روایات کو تو احسن واجود کہا گیا ہے مگر افسوس ہے محترم عمار صاحب دونوں کو ایک ہی ترازو میں رکھ کر فرماتے ہیں کہ اسحاق کا تفریق قبول نہیں تو ابواسامہ کا قبول کیوں ہے؟ فوا اسفا

ہماری ان گزارشات سے یہ بات نصف النہار کی طرح واضح ہوگئی ہے کہ صحیح بخاری و مسلم میں ابواسامہ عن ہشام کی یہ روایت صحیح اور بے غبار ہے۔ یہ حکم کسی خوش فہمی یا تقلید کی بنا پر نہیں بلکہ دلائل و براہین پر مبنی ہے۔

گانے والیاں کون تھیں

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اسی حدیث میں ”وَعَنْ دِي جَارِ يَتَانِ“ کے الفاظ ہیں کہ میرے پاس دو جاریہ تھیں۔ ”جاریہ“ کے یہاں معنی حافظ ابن تیمیہ، حافظ ابن جوزی، علامہ نووی، حافظ ابن قیم رحمہ اللہ وغیرہ کی رائے میں چھوٹی بچیاں ہیں۔ گویا گانے کا شغل

دو بچیوں کا تھا۔ مگر اہل اشراق فرماتے ہیں کہ وہ لونڈیاں تھیں۔ اور اسی کی بے ہنگم تائید میں ہمارے مہربان جناب عمارنا صرحا صاحب بھی یہی فرماتے ہیں، ان کے ارشادات کا خلاصہ یہ ہے کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کا مفہوم لونڈیاں مراد لیا ہے۔ روایت میں ”لیستنا بمغنيات“ کا جملہ بھی اس کا قرینہ ہے کیوں کہ اگر وہ چھوٹی بچیاں تھیں تو ان کے بارے میں یہ گمان پیدا ہونا ہی بعید ہے کہ گانا گانا ان کا پیشہ ہوگا، پیشے کے طور پر گانا گانے کا احتمال چھوٹی بچیوں کے بارے میں نہیں بلکہ لونڈی ہی کے بارے میں پیدا ہو سکتا ہے۔ ”قینستان“ کا لفظ بھی آیا ہے جو لونڈیوں کے مفہوم میں بالکل صریح ہے اور حافظ ابن حجر نے غالباً انہی قرائن کی بنا پر ”جاریتان“ کو لونڈیوں کے معنی میں لیا ہے۔ [اشراق، ص: ۳۶]

گزارش ہے کہ ”قینستان“ کا لفظ لونڈیوں کے بارے میں کس حد تک ”بالکل صریح“ ہے۔ یہ بات پہلے مقالات میں ہم عرض کر چکے ہیں۔ بلکہ اس حوالے سے اس فقیر کا جو مذاق دانشمندان اشراق نے اڑایا اس کا جائزہ بھی پیش کر چکے، جس کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ حافظ ابن حجر نے ان قرائن کی بنا پر قطعاً ”جاریتان“ کو لونڈیوں کے معنی میں نہیں لیا بلکہ طبرانی وغیرہ کی ضعیف اور ناقابل اعتبار روایات کی بنا پر انھوں نے یہ مفہوم لیا ہے جس کی وضاحت بھی ہم پہلے کر آئے ہیں۔ اپنے چبائے ہوئے نوالوں کو حافظ ابن حجر کے منہ میں دینا کوئی دانش مندی نہیں۔ حافظ ابن حجر نے ”جاریتان“ کو لونڈیوں کے معنی میں لے کر بھی یہی فرمایا ہے کہ وہ پیشہ ور مغنیہ نہیں تھیں۔ اسی حدیث سے اہل اشراق کے پیش رو صوفیوں کی ایک جماعت نے بھی غنا کے جواز پر استدلال کیا ہے جس کے جواب میں حافظ ابن حجر نے فرمایا ہے:

”وبكفي في رد ذلك تصريح عائشة في الحديث الذي في الباب بعده بقولها ”وليستنا بمغنيات“ فنفت عنهما من طريق المعنى ما أثبتته لهما

باللفظ، لأن الغناء يطلق على رفع الصوت وعلى الترسم الذي تسميه العرب النصب بفتح النون وسكون المهملة وعلى الحداء ولا يسمى فاعله مغنياً۔“ الخ [فتح الباری، ج: ۲، ص: ۴۴۲]

”صوفیوں کی تردید میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تصریح، جو بعد کے باب میں ہے، سے ہوتی ہے، جس میں انھوں نے فرمایا ہے کہ وہ دونوں گانے والیاں نہ تھیں، حضرت عائشہ نے ان دونوں سے معنوی طور پر اس چیز کی نفی کر دی جس کا ثبوت ان کی طرف لفظ غنا سے ہوتا تھا۔ کیوں کہ غنا کا اطلاق بلند آواز اور ترنم سے شعر پڑھنے پر ہوتا ہے جسے عرب نصب اور حدی خوانی کہتے ہیں اور یہ کام کرنے والوں کو وہ مغنی یعنی پیشہ ور گانا گانے والا، گویا نہیں کہتے تھے۔“

بلکہ اس کے بعد انھوں نے علامہ قرطبی سے بھی نقل کیا ہے کہ ”لیستاً بمغنیین“ کے معنی یہ ہے کہ ”وہ دونوں اس طرح گانا نہیں جانتی تھیں جس طرح معروف گانا گانے والے گاتے ہیں۔“ جس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حافظ ابن حجر ”جاریتان“ کے معنی لونڈیاں کرنے کے باوجود انھیں پیشہ ور مغنیہ نہیں سمجھتے تھے۔ کتنے افسوس کی بات ہے کہ جس بات کی نفی حافظ ابن حجر نے بالصراحت کی ہے جناب محترم عمار صاحب اس کا انتساب محض اپنی فکر کی بنیاد پر حافظ ابن حجر کی طرف کر رہے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں ”پیشے کے طور پر گانا گانے کا احتمال چھوٹی بچیوں کے بارے میں نہیں، بلکہ لونڈیوں ہی کے بارے میں پیدا ہو سکتا ہے اور حافظ ابن حجر نے غالباً انہی قرائن کی بنا پر جاریتان کو لونڈیوں کے معنی میں لیا ہے۔“ الخ

انصاف شرط ہے! کیا حافظ ابن حجر نے ”جاریتان“ کے معنی لونڈیاں کرنے کے باوجود انھیں پیشہ ور مغنیہ قرار دیا؟ قطعاً نہیں، تو پھر اس طول بیانی کا کیا فائدہ؟ پھر اگر تسلیم کیا جائے کہ وہ لونڈیاں تھیں تو اس کی کیا دلیل ہے کہ ان کا یہ عمل بلوغت کے بعد تھا؟ اور کیا لونڈیوں اور

بچیوں کے مابین کوئی منافات ہے؟ لونڈیاں بچیاں بھی ہو سکتی ہیں۔ اس میں استحالہ کیا ہے؟

محترم عمار صاحب نے اسی میں یہ بات بھی فرمائی ہے کہ حافظ ابن حجر نے ”جاریتان“ کی تعیین میں طبرانی وغیرہ سے جو روایات نقل کی ہیں جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ لونڈیاں تھیں، راقم نے انھیں ضعیف قرار دیا ہے۔ مگر توضیح الکلام [ج: ۲، ص: ۲۷۷] میں اپنے استاد محترم مولانا حافظ محمد گوندلوی کے ایک ضعیف روایت سے استدلال کا دفاع کرتے ہوئے یہ تسلیم کیا ہے کہ صحیح حدیث کے محتملات کی تعیین کے لیے ضعیف روایت سے استدلال خلاف اصول نہیں، لیکن ابن حجر کی تین ضعیف روایتوں سے استدلال کو قبول نہ کرنے کے لیے یقیناً ان کے پاس معقول وجوہ ہوں گے۔ اگر وہ ان پر روشنی ڈال سکیں تو ان کی توضیحات ہمارے لیے استفادہ کا ذریعہ ہوں گی۔

[اشراق، ص: ۳۶، ۳۷]

پیشہ ورانہ موسیقی کے جواز کا فتویٰ دینے والے حضرات کا یہ بھی ایک ناکام سہارا ہے۔ اس بحث سے قطع نظر کہ حضرت الاستاد محدث گوندلوی نے ضعیف حدیث سے استدلال کیا اور کسی ناقد کی، اس کے ضعیف ہونے کی نشان دہی پر راقم نے اس کا جواب دیا، اور یہ بھی کہ کیا اس پر ان کا استدلال موقوف ہے؟ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ ضعیف روایت سے احد المحتملات کی تعیین ہو سکتی ہے۔ مگر غور طلب بات یہ ہے کہ زیر بحث روایت میں ”جاریتان“ کے لفظ کی تعیین میں جو حافظ ابن حجر نے ضعیف روایات کے پیش نظر فرمایا کہ یہ لونڈیاں تھیں۔ کیا اس سے ان کے بچیاں ہونے کی نفی لازم آتی ہے؟ ”جاریتان“ میں اسی ابہام کی بنا پر ہی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے وضاحت فرمادی کہ وہ معروف مغنیہ نہیں بچیاں تھیں جیسا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ وغیرہ نے فرمایا ہے۔ بالفرض اگر تسلیم کیا جائے کہ وہ لونڈیاں تھیں تو کیا اس سے یہ بات بھی لازم آتی ہے کہ وہ پیشے کے طور پر گانا گایا کرتی تھیں؟ عید اور شادی کے موقع پر بعض گھرانوں میں آج بھی گانے کا رواج ہے۔ اور وہ بھی

چند لڑکیوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ یوں نہیں کہ قبیلہ اور برادری میں سب عورتیں یہ کام کرتی ہیں۔ اس کے باوجود نہ وہ پیشے کے طور پر یہ شغل اختیار کرتی ہیں اور نہ انھیں معروف مغنیہ ہی سمجھا جاتا ہے۔ لڑکوں میں بھی نعت وغزل پڑھنے والے معروف ہوتے ہیں مگر کوئی بھی نہ خود کو گویا سمجھتا ہے نہ پیشے کے طور پر وہ معروف ہی ہوتا ہے۔

اسی لیے حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ”جاریتان“ سے لونڈیاں سمجھ کر بھی یہی سمجھا کہ وہ مغنیہ نہیں تھیں جیسا کہ سیدہ عائشہ نے فرمایا ہے۔ مگر ہم نے عرض کیا کہ بنیادی طور پر ”جاریتان“ کے لونڈیاں ہونے اور ان کے بچیاں ہونے میں کوئی منافات نہیں۔ اور یوں یہ دونوں قول باہم متناقض بھی نہیں۔ دونوں صورتوں میں اس بات پر اتفاق ہے کہ وہ پیشہ ور مغنیہ نہیں تھیں مگر ارباب اشراق اس سے متفق نہیں۔ محض اس لیے کہ اس سے موسیقی کے جواز کی عمارت زمیں میں بوس ہو جاتی ہے اور اس کے جواز

کے سارے حیلے تار عنکبوت کی طرح تار تار ہو جاتے ہیں۔

آپ پڑھ آئے ہیں کہ تمام محدثین اس حدیث کی تمامہ صحت پر متفق ہیں اور اس پر بھی ان کا اتفاق ہے کہ ”جاریتان“ پیشہ ور مغنیہ نہیں تھیں۔ ارباب اشراق نے اپنی دانش مندی اور روشن ضمیری میں متفق علیہ مسائل سے انحراف کی جو راہ اختیار کی ہے اور ”سبیل المؤمنین“ سے گریز کر کے جو راستہ اپنایا ہے یہ بہر نوع قابل مذمت ہے۔ تعجب ہوتا ہے کہ ایک خانوادہ علم و عمل کا چشم و چراغ بھی اس فکر کا ہموار ہے اور گھسے پٹے

دلائل سے اس کی آیاری میں معروف ہے۔ فوا اسفا

اللهم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعه

وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه

❀.....❀.....❀

فتح الباری، ارشاد الساری، فیض الباری اور دیگر شروح و حواشی کی روشنی میں صحیح بخاری شریف کی تدریسی انداز میں بہترین اردو شرح

توفیق الباری — شرح صحیح بخاری (جلد اول)

سند و متن کی مکمل بحث و تعلیقات و متابعات کی تخریج

علمی حقائق — فنی دقائق

صفحات 900
قیمت 620 روپے
رمائے 450 روپے
علاوہ ڈاک خرچ

نیز جناب شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے وسیع علمی رسالہ تراجم الابواب کو بالخصوص اردو زبان میں پہلی بار اپنے اپنے ترجمہ الباب میں سمودیا گیا ہے

قیمت 250 روپے
علاوہ ڈاک خرچ

نوٹ: بخاری شریف کے فارغ علمائے کرام اپنی سند کی نوٹو کا پی کے ساتھ بطریق الاجازہ سلسلۃ الشیوخ کی سند سہ رنگی، بہترین طباعت جو آپ کی دیگر اسناد میں ایک خوب صورت اضافہ ہوگا، حاصل کریں۔

(شیخ الحدیث) مولانا عبدالحلیم جامعہ محمدیہ اوکاڑا۔ فون: 0442-524259

سلفیت

کے خاتمے کے لیے مغرب کی حکمت عملی

ترجمہ: قاضی عبدالکریم

③..... امریکی اثر و رسوخ سے خالی گلوبلائزیشن (العولمۃ) کا غلبہ..... یا
④..... دنیا پر واشنگٹن کا کنٹرول اور امریکی تہذیب کا غلبہ
اس رپورٹ کی تکمیل کے ساتھ ہی امریکی صدر نے اپنے ہفتہ وار
خطاب میں مستقبل کی عالمی اسلامی مملکت کے متوقع قیام کے خطرے
سے خبردار کیا۔

امریکا کا اسلام سے یہ خوف بعض اعتبار سے درست بھی ہے لیکن
چند مخصوص مقاصد کی خاطر اس کو بڑھا چڑھا کر بھی پیش کیا جاتا ہے۔
یہاں یہ اہم سوال پیدا ہوتا ہے کہ اسلامی دعوت کے میدان میں بہت
سے مناجع و افکار کام کر رہے ہیں، ایسی حالت میں امریکا کو کس منہج و فکر
سے زیادہ خوف لاحق ہے:

- ①..... اسلامی سیاسی تحریکوں اور پارٹیوں سے؟
- ②..... سلفی تحریکوں اور اداروں سے؟
- ③..... تصوف کے پورے عالم اسلام میں پھیلے ہوئے مختلف سلسلوں سے؟
- ④..... حکومتوں کے زیر نگرانی دینی اداروں سے؟

بہت سے امریکی تھنک ٹینکس نے اس سوال کا واضح جواب دیا
ہے، اور اب سب کا اس امر پر اتفاق پایا جاتا ہے کہ سلفی تحریکیں ہی
امریکا کے لیے سب سے زیادہ خوف اور پریشانی کا مرکزی سبب ہیں۔
یہاں اس اہم حقیقت کا انکشاف ایک اور سوال کو جنم دیتا ہے کہ امریکا
کو لاحق اس عظیم خطرہ کا مقابلہ کرنے کے لیے کون سا طریقہ بہتر

خبردار! سلفیت اور سلفیوں کا داخلہ ممنوع ہے! یہ آج کا وہ فیصلہ
کن عنوان ہے جو کہ 'نئی صدی'، تیسرا ہزار یہ یا نیوٹل ایسٹ کی دہلیز پر
نصب کر دیا گیا ہے۔ نئی صدی، تیسرا ہزار یہ یا نیوٹل ایسٹ وغیرہ وہ
مختلف نام ہیں جو جدید دور کے بارے میں مختلف مغربی فلسفوں اور
تصورات کی عکاسی کرتے ہیں۔ گو کہ یہ اصطلاحات اپنی تفصیل اور
مشمولات کے لحاظ سے ایک دوسرے سے مختلف ہیں لیکن مستقبل کے
ایک نکتہ کے بارے میں یہ تینوں مغربی نظریات متفق نظر آتے ہیں اور وہ
یہ ہے کہ

”دور جدید میں ’اصول پسند سلفی اسلام‘ کے لیے کوئی جگہ
نہیں ہے۔“

ایک امریکی سٹڈی سنٹر نے مستقبل کے متوقع حالات کے بارے
میں ایک مفصل بحث لکھی ہے جس میں اس سوال کا جواب دیا گیا ہے کہ
آج سے ۱۵ سال بعد، متعین طور پر ۲۰۲۰ء میں دنیا کی شکل کیا ہوگی؟ اس
ریسرچ کو تیار کرنے میں متعدد محققین اور ریسرچ سکالرز نے حصہ لیا اور
یہ بحث امریکی خفیہ ادارے کے قومی بورڈ کی زیر نگرانی تیار کی گئی ہے۔
بحث میں مستقبل کے حالات کے بارے میں ’منظر نامہ مستقبل‘ کے
عنوان سے چار مفروضے پیش کیے گئے ہیں:

- ①..... مراکش، ٹائڈوینیشیا متحدہ عالمی اسلامی مملکت..... یا
- ②..... دہشت گردی، اور لاقانونیت کا عالمی غلبہ..... یا

ہو سکتا ہے؟

①..... سلفیت کے متبادل افکار و مناجح کو رائج کیا جائے..... یا

②..... سلفیت کو اپنے زیر کنٹرول کر کے اس کی سرپرستی کی جائے..... یا

③..... سلفیت پر پابندی عائد کر کے اس کا مکمل صفایا کر دیا جائے۔

ہم آئندہ صفحات میں ان تینوں امکانات (Options) میں سے زیادہ قابل عمل اور مناسب کی نشان دہی کر کے اس سوال کا جواب دینے کی کوشش کریں گے۔

پہلا آپشن: سلفیت کا متبادل

متبادل سے مراد یہ ہے کہ مختلف مغربی اداروں کے ذریعہ ایسی تحریکوں اور مناجح و افکار کی پشت پناہی کی جائے جو مسلم اور غیر مسلم ممالک میں تیزی سے پھیلتے ہوئے سلفی منہج کے متبادل کے طور پر سامنے آسکیں۔ اہل مغرب کے ہاں اب یہ فکر مندی قدرے نمایاں ہو رہی ہے کہ عوام کے اندر بہت تیزی سے پھیلتے ہوئے دینی احساس اور پھر معقول حد تک اس کے پروان چڑھنے کا اہمیت سے جائزہ لیا جائے۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ مسلمانوں کی دین داری کے بارے میں مغرب کی رائے میں بہت تبدیلی آئی ہے۔ اس سے قبل وہ صرف اس اسلوب پر عمل پیرا تھے کہ دین داری کی جڑوں کو کھوکھلا کرنے کے لیے جاذب نظر لادینی افکار کو فروغ دیا جائے، ان کی کوشش تھی کہ جمہور مسلمانوں کی دین کے ساتھ روایتی اور نام نہاد وابستگی کو ہی مزید ترقی دی جائے۔ لیکن اس اسلوب کی ناکامی یا مکمل مطلوبہ نتائج کے عدم حصول کے بعد انھوں نے ایک اور قدم اٹھانے کا فیصلہ کیا، اور وہ یہ کہ مسلمانوں کو دین کی راہ سے تونہ روکا جائے بلکہ دین کا جدید اور نظر ثانی شدہ (ریوائنڈڈ) ایڈیشن ان کے سامنے پیش کیا جائے۔

سلفیت کے دشمنوں کے لیے منہج سلفیت کا سب سے خطرناک پہلو یہ ہے کہ اس کے داعی لوگوں کو ایسی سیدھی اور مختصر شاہراہ کے راہی بنا رہے ہیں جو لوگوں کے طرز معاشرت کو اسلام کے حقیقی مصادر (قرآن

و سنت) سے براہ راست ملا رہی ہے جب کہ غیر سلفی افکار و مناجح کی حالت یہ ہے کہ وہ لوگوں کو خود ساختہ افکار و نظریات کی دنیا میں گھماتے پھرتے ہیں اور وہ انہیں میں سرگرداں رہتے ہیں، یا پھر دیگر تحریکیں ان کو شاہراہ قرآن و سنت کو بائی پاس کروا کر آخر کار اپنے مخصوص اہداف کی طرف لے جاتی ہیں۔

دین اسلام کا وہ امریکی ایڈیشن جو مسلمانوں کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے، اس کو متعارف کرانے کے لیے کچھ اس انداز سے کام ہو رہا ہے۔

①..... ایسی بعض شخصیات اور دینی راہنماؤں کو منظر عام پر لایا جا رہا ہے جو اسلامی تعلیمات کی روشن خیال انداز میں تشریح کرتے ہیں اور لوگوں کو نام نہاد اعتدال اور باہم رواداری، کا درس دیتے اور اپنے تئیں لوگوں کو یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ اسلام کا سلفی مفہوم شدت پسندی پر مبنی ہے۔

②..... بعض مسلمہ سیاسی تحریکوں کے ذریعہ لوگوں کے ذہنوں کی اس نہج پر تعمیر کی جا رہی ہے کہ سلفی فکر سیاسی طور پر بالکل اپناج ہے جب کہ دوسری تحریکیں ان دینی اصول و مبادی کو قربان کرنے کی مکمل استعداد رکھتی ہیں جو عظیم تر سیاسی مقاصد کے حصول کی راہ میں رکاوٹ بنتے ہیں۔

③..... ایسے تمام سلفی ادارے اور افراد جو صرف دعوت کے میدان میں کام کر رہے ہیں اور محض دعوتی و علمی کام میں مصروف ہیں، ان کو بھی جہاد کے ساتھ جوڑنے اور عسکری عمل سے مربوط کر کے پیش کیا جا رہا ہے، اور اس طرح گویا سلفی دعوت اور عسکری عمل کو لازم و ملزوم قرار دیا جا رہا ہے اور سلفیت کو عسکریت پسند منہج قرار دیا جا رہا ہے۔

④..... بہت سے اسلامی ممالک میں تصوف کی طرف دعوت دینے والوں کے لیے راہ ہموار کی جا رہی ہے اور خاص طور پر صوفی ازم کے ان داعیوں کے لیے جنھوں نے گیارہ مہر کے واقعہ کے بعد اپنے انداز دعوت میں واضح تبدیلی پیدا کی ہے اور وہ ہر اس بات سے گریز

کرتے ہیں جو مغرب کے لیے ناقابل قبول ہو۔ ایسے لوگ اسلام کو جدید مفہوم کے خلاف میں پیک کر کے پیش کر رہے ہیں تاکہ مغربی ثقافت کے بازار میں اس کی ترویج ہو سکے۔ یہاں پر ہم روشن خیالی اور تصوف کے داعیوں کے بارے میں قدرے مزید تفصیل پیش کریں گے۔

نام نہاد اعتدال پسندی کے علمبردار

جہاں تک روشن خیالی یا اعتدال پسندی کی طرف بلانے والوں کا تعلق ہے تو گیارہ ستمبر کے واقعہ کے بعد ان کا ستارہ کافی چمک اٹھا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ ہر اس نقطہ نظر سے احتراز کرتے ہیں جو مغرب کے لیے قابل قبول نہ ہو، اور ان کے جذبات کو ذرہ بھر ٹھیس پہنچانے کا سبب بنے۔ کیوں کہ ایسا کرنے کی صورت میں سپر پاور کے قہر و غضب کا نشانہ بن سکتے ہیں۔

ایسے لوگ درحقیقت زندگی کے تمام پہلوؤں پر محیط حقیقی اسلام تک عوام الناس کی رسائی میں رکاوٹ پیدا کرنے والا خطرناک کردار ادا کر رہے ہیں۔ وہ عوام کے پاؤں میں بیڑیاں بن کر بیٹھے ہوئے ہیں اور ان کو دین داری کے ایک ایسے مرحلے میں روکے کھڑے ہیں جہاں پہنچ کر وہ لادینیت اور الحاد سے تو چھٹکارا کسی حد تک پا چکے ہیں، لیکن اسلام کا وہ مفہوم جو ائمہ اسلاف نے پیش کیا ہے، اس تک نہیں پہنچ پائے۔ جب کہ دوسری طرف یہ بھی حقیقت ہے کہ روشن خیالی کے یہ داعی جس قدر بھی قربانیاں پیش کرتے رہیں، اس وقت تک مغرب کی خوشنودی حاصل نہیں کر سکتے جب تک ایک ایک کر کے تمام اسلامی اقدار کو ترک نہ کر بیٹھیں، حتیٰ کہ مکمل طور پر اسلام سے دستبردار ہو جائیں، اور یہی آخر کار مغرب کا ہدف ہے۔

اسی حوالہ سے اسلام اور مسلمانوں سے زبردست عداوت رکھنے والا ”ڈینیئل پاپس“ جس کو وائٹ ہاؤس میں بہت اہمیت حاصل ہے، اس نے ایک امریکی اخبار میں ”ہم اعتدال پسند مسلمانوں کو کیسے

پہچانیں؟“ کے عنوان سے ایک مضمون میں لکھا ہے:

”بہت سے نام نہاد اعتدال پسند ایسے بھی ہیں جو حقیقت میں بنیاد پرست ہیں، لیکن ان کی حقیقت تک پہنچنا بہت مشکل ہے۔ باوجود یہ کہ میرے جیسے باریک بین افراد اس معاملہ میں انتہائی محنت اور بہت وقت صرف کر رہے ہیں۔“

اس سے یہ پتا چلتا ہے کہ مغرب میں اعتدال پسندوں کو کبھی شک کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ حالاں کہ ہم جانتے ہیں کہ یہ اعتدال پسند انتہائی اخلاص اور استقامت سے کام کر رہے ہیں۔

دور جدید اور صوفی ازم

یہ موضوع بھی اپنی اہمیت کی وجہ سے قدرے تفصیل کا متقاضی ہے۔ تصوف یا صوفی ازم دین حق کے سامنے بہت بڑا چیلنج ہے۔ یہ بات اب بہت سے دلائل اور براہین سے واضح ہو چکی ہے کہ امریکی ارباب دانش کے سامنے مسلمانوں کے درمیان بڑھتے ہوئے کتاب و سنت پر مبنی دینی شعور کی موجودہ صورت حال میں صوفی ازم ایک بہترین متبادل راستہ ہے، جس کو مسلمانوں میں پھیلا کر اسلام کے خطرہ سے بچا جاسکتا ہے۔

امریکی پالیسی ساز ادارے اس بات پر متفق ہیں کہ تصوف اور اس کے پیروکار ایک بہترین اسلحہ ہیں جس کے ذریعہ پوری دنیا میں ”شدت پسند“ مسلمانوں کا مقابلہ کیا جاسکتا ہے۔

امریکی ماہرین عالم اسلام میں صوفی ازم اور دوسری اسلامی تحریکوں کے درمیان موجود اختلافات کو اہمیت کی نظر سے دیکھتے ہیں اور اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے امریکا نے حکومتی سطح پر براہ راست انداز میں صوفی ازم کی مکمل حمایت کا فیصلہ کیا ہے۔

ایک امریکی میگزین کی رپورٹ کے مطابق شمالی افریقا کے عرب ممالک کی حکومتوں نے ان ممالک میں موجود صوفی قائدین کی ایک کانفرنس منعقد کی، اور ان کے سامنے امریکی ایجنڈا رکھتے ہوئے ان کو کوئی

ملین ڈالر کی امداد دے کر ”شدت پسند“ مسلمانوں کے خلاف میدان میں برسرِ پیکار ہو جانے کا مشن سونپا ہے۔

امریکی کانگریس میں موجود دینی آزادی سے متعلقہ کمیٹی بھی اپنی ایک رپورٹ میں عالم اسلام میں صوفی ازم کی مکمل حوصلہ افزائی اور حمایت کرنے کی سفارش کر چکی ہے۔

عراق کے لیے امریکا کے خصوصی نمائندے زلمے غلیل زادی غیر مسلم بیوی ”شریل بینارڈ“ نے ”کچھ عرصہ عالم اسلام؛ اکتوبر کے بعد“ کے عنوان سے ایک کتاب لکھی ہے، جس میں اس نے عالم اسلام میں برپا ان تحریکوں اور افکار کے بارے میں لکھا ہے جو عالم اسلام میں تبدیلی لانے کی طاقت رکھتے ہیں۔ تصوف کے حوالے سے وہ لکھتی ہے:

”اس وقت عالم اسلام کی غالب اکثریت علاقائی اور خود ساختہ عقائد و افکار کی پیروکار ہے اور یہ افکار عام طور پر ”شدت پسندی“ سے دور ہیں۔ یہ لوگ قبروں کی تقدیس کرتے ہیں اور وہاں جا کر اپنی حاجتیں طلب کرتے ہیں۔ ان عقائد کی کثرت نے مسلمانوں کے اندر وہ شدت پسندی ختم کر دی ہے جس کی نمائندگی وہابی فکر کر رہی ہے۔ اکثر لوگ جانے یا انجانے صوفی ازم پر چل رہے ہیں، یہ لوگ اپنے ممالک کی سیکولر حکومتوں کو اپنے عقائد و افکار کے لیے بالکل خطرہ نہیں سمجھتے اور نہ ہی ان کے عقائد ان کو اپنی حکومتوں کے خلاف اٹھنے پر اکساتے ہیں۔“

آگے چل کر وہ لکھتی ہے:

”وہابی سلفی عالم اسلام میں صوفیوں اور جامد روایت پسندوں کے سخت دشمن ہیں۔ اس مخالفت نے اہل تصوف کو مغرب کا فطری حلیف بنا دیا ہے اور وہ ریڈیکل ازم کے خلاف مغرب کے حمایتی ہیں۔“

سلفیت کے متبادل کے حوالے سے گزشتہ صفحات میں ہم نے جو کچھ ذکر کیا ہے، ہم یہ سمجھتے ہیں کہ متبادل کی یہ اصطلاح سلفیت کے

خلاف مغرب کی یلغار کی مکمل اور باریک بینی سے عکاسی نہیں کرتی، کیوں کہ مغربی یلغار نے محض سلفیت کا متبادل لانے کے منصوبے پر اکتفا نہیں کر رکھا اور نہ ہی اس کو مسائل کا حل سمجھا ہے بلکہ بہت سے اسلامی ممالک جو مغرب کی نظر میں سلفیت کا متبادل لانے میں کامیاب ہو چکے ہیں وہ ممالک بھی ابھی تک سلفی خطرہ کے دائرہ سے باہر نہیں ہیں۔ اس امر کی وضاحت مندرجہ ذیل نکات سے ہوتی ہے:

اولاً: مغرب کو اس بات کا احساس ہے کہ دوسرے افکار اور نظریات کے برعکس سلفیت کا خطرہ اس فکر کے حامل افراد کی کثرت میں نہیں بلکہ حقیقی خطرہ اس فکر کے اندر پنہاں ہے جس کے وہ حامل ہیں۔ یہ فکر اپنے اندر کچھ ایسی خصوصیات رکھتی ہے جس کی وجہ سے یہ بڑی سرعت کے ساتھ پھیلتی ہے۔ یہ تو سلفیت کے بارے میں مغرب کا تصور ہے۔ لیکن یہاں ہم اسلامی تصور کا اضافہ بھی کرتے ہیں اور وہ یہ کہ دراصل سلفی فکر مکمل طور پر فطرت کے موافق منبج ہے، یعنی اگر لوگوں کو ان کی فطرت پر چھوڑ دیا جائے اور دوسرے خارجی اثرات سے دور ہیں تو وہ یقیناً کتاب و سنت پر مبنی راستے کی طرف لوٹیں گے اور اسی راستے کا نام سلفیت ہے۔

ثانیاً: سلفی فکر اس لحاظ سے دوسرے افکار سے مختلف ہے کہ وہ معاشرہ کی اکثریت میں موثر کردار ادا کرتی ہے۔ اس سلسلہ میں بطور مثال عرب ملک مصر کو پیش کیا جاسکتا ہے۔ وہاں پر تعداد اور پھیلاؤ کے لحاظ سے تصوف کے مختلف سلسلوں کے پیروکار سب سے زیادہ ہیں جن کی تعداد کروڑوں میں ہے، دوسرے نمبر پر اخوان المسلمین کے حلقے کے لوگ ہیں جب کہ سلفی فکر کے حاملین کی تعداد سب سے کم ہے۔ اس کے باوجود معاشرہ کی اکثریت سلفی افکار سے نہ صرف متعارف ہے بلکہ سلفیت سے کافی حد تک متاثر بھی ہے۔ جس کی دلیل یہ ہے کہ اسلامی لٹریچر میں کتاب و سنت پر مبنی سلفی لٹریچر سب سے زیادہ مقبول ہے، اسی طرح سلفی دعاۃ اور علماء کی آڈیو اور ویڈیو نمایاں طور پر معروف و مشہور ہیں۔

سلفیت بحیثیت منہج و فکر اور سلفیوں میں بہت فرق ہے۔ اس حقیقت کو مد نظر رکھتے ہوئے جب ہم سلفیت کی سرپرستی یا سرکاری کنٹرول کے حوالہ سے گفتگو کرتے ہیں تو موضوع کے دو پہلو ہمارے سامنے رہنے چاہئیں: ایک سلفیت اور دوسرے سلفی لوگ۔ لیکن یاد رہے کہ سلفیت پر کنٹرول حاصل کرنے کے لیے سلفیوں پر کنٹرول یقیناً لازمی ہے یا کم از کم ان میں مؤثر افراد کو کنٹرول میں لانا ضروری ہے۔

اس آپشن پر کچھ اسلامی ممالک میں عمل ہو رہا ہے اور پوری کوشش کی جا رہی ہے کہ سلفی دعاۃ کی زیادہ سے زیادہ تعداد کو اور پھر ان کے ذریعہ ان کے ماتحت سلفیوں پر کنٹرول حاصل کیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ اب یہ بات تعجب خیز نہیں کہ اکثر ممالک میں سلفی تحریکوں کے دو گروہ ہیں یعنی ایک گروہ جو مقامی حکومت کا حامی ہے اور دوسرا مخالف۔

اگر ہم سلفی دعوت کو دیکھیں تو ہمیں پتا چلتا ہے کہ سلفیوں اور پھر سلفی دعوت کو کنٹرول کرنے کے لیے اور سرکاری سرپرستی میں لانے کے لیے کیا کیا وسائل اختیار کیے جا رہے ہیں؟ ہمیں پتا چلتا ہے کہ سلفیت پر ایک عجیب و غریب طرز کی حکمت عملی اختیار کی جا رہی ہے، جس کا انداز کچھ یوں ہے کہ سلفیت کی طرف منسوب بعض دعاۃ کو اس قدر مشہور کر دیا جائے اور ہر طرح کے ذرائع ابلاغ تک ان کی رسائی کر دی جائے جہاں ان کے مخاطب ہر طبقہ کے لوگ ہوں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ یہ سلفی دعاۃ جو اپنے سامنے تمام راستے کھلے پائیں گے اور دیکھیں گے کہ ان کے مخاطب ایسے معاشرے کے افراد ہیں جس میں تمام مفاہیم اور اوزان و مقیاسات بدل چکے ہیں۔ پھر وہ اپنے آپ کو اس معرکے کے میدان میں پائیں گے جس میں مقابلہ کے لیے ان کے پاس درکار اسلحہ مناسب اور کافی نہ ہوگا، اس وقت ان دعاۃ کو احساس ہوگا کہ ایسے حالات میں ضروری ہے کہ اپنے کچھ بنیادی اصولوں میں نرمی پیدا کی جائے اور ضروری ہے کہ مختلف طبقات اور ثقافتوں سے تعلق رکھنے والے اپنے مخاطبوں کے احساسات کا خیال رکھا جائے اور ان کے ہاں مقدس تصورات کو مجروح نہ کیا جائے اور ساتھ ہی ساتھ ان غیور سلفی افراد کو

ثالثاً: سلفیت اور مغرب کے درمیان جنگ کا اصل سبب اور راز یہ ہے کہ سلفی منہج اسلام کو اس کے اصیل اور خالص مآخذ و مصادر سے حاصل کرنے کی دعوت دیتا ہے اور زندگی کے ہر چھوٹے اور بڑے شعبہ میں کتاب و سنت کے براہ راست نفاذ کا درس دیتا ہے، جب کہ مغرب کے ہاں یہ تصور گویا پتھر پر لکیر کی صورت میں ان کے ذہنوں پر نقش ہو گیا ہے..... اور جس کی سچائی کی دلیل موجودہ حالات نہیں، بلکہ صدیوں پرانے تجربات اس کی سچائی پر گواہ ہیں..... کہ اسلام کے ان اصلی اور خالص مآخذ و مصادر کا احیاء دراصل مغربی اجارہ داری اور طاقت کا زوال ہے۔ اس لیے کوئی بھی تحریک یا جماعت خواہ وہ دنیا کے کسی کونے میں ہو، وہ افریقا کے جنگلوں یا ریگستانوں میں ہو، سا بئیریا کے برف پوش علاقوں میں یا ہمالیہ کی پہاڑی چوٹیوں میں ہو، اگر وہ کتاب و سنت کی اصل اور بنیاد کے ساتھ منسلک نظر آتی ہو تو اس کو مٹانے کے لیے فوراً اٹھ کھڑے ہو جانے کے علاوہ مغرب کے پاس کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے۔ کتاب و سنت کو مضبوطی سے تھام لینا ہی سلفیت کا اصل جرم ہے۔

”پختہ فکر سلفی کہتے ہیں کہ وہ خالص اسلام کا پھر سے احیا کریں گے، جس کا مطلب یہ ہے کہ صدیوں پر محیط مغربی تہذیب جو کہ شعر و ادب، فنون اور موسیقی وغیرہ کی صورت میں موجود ہے، اسے ناقابل قبول ٹھہرا کر زمین میں دفن کر دیا جائے گا۔“ یہ اسلامی امور کے امریکی ماہر ڈیوڈ شوارٹز کے وہ الفاظ ہیں جو امریکی اخبار ”ویسلی سٹینڈرڈ“ نے شائع کیے ہیں۔ ویب سائٹ ”اسلام ڈیلی“ نے رابرٹ پنسر، کے یہ الفاظ بھی نقل کیے ہیں ”وہابیت کے اصلاحی طریق کار کے اندر جو شدت پائی جاتی ہے وہ حقیقت میں اس دین اور خالص نصوص کی عکاسی کرتی ہے جو (اس کے زعم میں) اپنے حاملین کو ایسا تعصب سکھاتی ہیں جو کسی دوسرے پر حرم نہیں کرتا۔“

دوسرا آپشن: سلفیت کی سرپرستی یا سرکاری کنٹرول

مغربی ایجنڈے میں موجود اس آپشن پر گفتگو کرنے سے پہلے ایک نہایت باریک اور غور طلب نکتہ کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے اور وہ یہ کہ

اسلاف کا منج دل میں راسخ ہونا چاہیے کہ کسی دور میں اگر کوئی بڑی سے بڑی شخصیت حالات کی تبدیلی کی وجہ سے اپنا رویہ منج تبدیل کر بیٹھے تو سلفیت کے حامل افراد پر اس کا کوئی اثر نہ پڑے۔ رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان پر ہمیں بار بار غور کرنا چاہیے۔

«تَرَكْتُ فِيكُمْ شَيْئَيْنِ لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُمَا: كِتَابُ اللَّهِ وَسُنَّتِي، وَلَنْ يَتَفَرَّقَا حَتَّى يَرِدَا عَلَى الْحَوْضِ»

[صحیح الجامع الصغیر، حدیث: ۷۳۹۲]

”میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں، ان کی موجودگی میں (ان پر عمل کر کے) تم کبھی گمراہ نہیں ہو سکتے، وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب اور میری سنت ہے، یہ دونوں ہرگز آپس میں علیحدہ نہیں ہو سکتے، حتیٰ کہ قیامت کے روز حوض کوثر پر میرے ساتھ آملیں۔“

اگر ہم معاشرے پر نظر دوڑائیں تو ہمیں کتاب و سنت سے تعلق کے دو طریقے نظر آتے ہیں، ایک تو یہ کہ کتاب و سنت کو ہر وقت کندھوں پر اٹھائے رکھنا، لیکن ان کے اندر غور نہ کرنا، حتیٰ کہ ان کے وزن سے کاندھے تھک جائیں اور کتاب و سنت ایک ناقابل برداشت بوجھ بن جائے جب کہ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ کتاب و سنت کو کاندھے پر اٹھانے کی بجائے نظر کے سامنے رکھا جائے اور وہ جس طرف کو چلیں اور جس راستے کی طرف رہنمائی کریں ان کے پیچھے چلا جائے اور ان کے نقش قدم کو اختیار کیا جائے۔ ایسا شخص جو پہلے تو کوئی قدم اٹھاتا ہے یا کوئی فیصلہ کرتا ہے اور پھر کتاب و سنت سے اپنے اس فیصلہ کی تائید میں نصوص تلاش کرتا ہے اس شخص میں اور دوسرے اس شخص میں زمین و آسمان کا فرق ہے جو پہلے کتاب و سنت میں غور کرتا ہے تاکہ ان کی ہدایت کی روشنی میں قدم اٹھائے اور فیصلہ کرے۔

تیسرا آپشن: سلفیت پر پابندی

کچھ عرصہ پہلے بعض اسلامی ممالک میں سلفی دعوت کے لیے مکمل آزادی میسر تھی۔ وہاں پر سلفی منج کے حامل کو آزادی تھی کہ وہ ہر طرح کی

مطمئن کرنے کی کوشش بھی کی جائے جو ان دعا کے اس طرح کے نرم رویہ سے نالاں ہوں اور انھیں یہ باور کروایا جائے کہ ہمارے اس رویہ کا یہ مطلب نہیں کہ ہم اپنے اصولوں سے انحراف کر رہے ہیں بلکہ اپنی دعوت کو مزید پھیلانے کے لیے یہ جدید دور کے تقاضے ہیں بس صرف بات یہ ہے کہ ذرائع ابلاغ کے سامنے کچھ اہتمام و مدارات سے کام لیا جائے۔

لیکن دوسری طرف دشمنان سلفیت کے لیے ان بعض سلفی دعا کے مزاج میں جگہ لیتی ہوئی نرمی بلکہ تساہل سونے سے زیادہ قیمتی ہے، جس کو ضائع کیے جانے کی کوئی گنجائش نہیں۔ وہ فوراً اس طرح کے ہلکے سے شگاف میں ہاتھ ڈالتے ہیں تاکہ وہ دوبارہ آپس میں ملنے نہ پائے اور ان سلفی دعا کے تساہل کی راہ کو مزید آگے بڑھانے پر قائل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور جدید دور کے تقاضوں کو ان کے سامنے پیش کر کے دعوتی رویہ میں مزید تبدیلی پر آمادہ کرتے ہیں اور اس کے پس پردہ ان کا ہدف یہ ہے کہ سلفی دعوت کی ترجیحات کو تبدیل کر دیا جائے۔

ان حالات میں اس امر کی اہمیت مزید بڑھ جاتی ہے کہ حالات کے تغیر و تبدل کے نتیجے میں سلفی دعوت کی صاف شفاف پیشانی پر پڑ جانے والے غبار سے پاک کرنے کا عمل مسلسل جاری رہنا چاہیے تاکہ سلفیت کے نام سے وہ افکار و خیالات جو ترغیبی یا ترہیبی دباؤ کے نتیجے کے طور پر سامنے آئے ہیں، سلفیت کے خالص منج کے اندر جگہ نہ لے سکیں اور یہ بھی ضروری ہے کہ افراد، بالخصوص سلفی دعوت کو قبول کرنے والوں کی تربیت اس منج پر کی جائے کہ ان کو شخصیات کی بجائے منج سلف سے جوڑا جائے اور صحابہ و تابعین اور تبع تابعین سے ورثہ میں ملنے والے اس منج حق کے مسلمہ اصول ان کے ذہنوں میں بٹھائے جائیں، شخصیات کی مدح و ستائش اور تقدس کے طریقہ کو مکمل طور پر رد کیا جائے، کیوں کہ اب وقت کچھ ایسا ہے کہ اس میں حق پر استقامت ایک نایاب چیز بن کر رہ گئی ہے، الا ماشاء اللہ۔

دعوتی سرگرمیوں میں کام کریں۔ لیکن اب ان ممالک میں بھی حالات تبدیل ہو چکے ہیں اور مغرب کے شدید دباؤ کی وجہ سے وہاں بھی سلفیت کو شک کی نگاہ سے دیکھا جانے لگا ہے۔ سلفی دعا کی حرکات و سکنات کو مکمل نظر میں رکھا جا رہا ہے۔ ان ممالک میں اس غیر معمولی تبدیلی کی اصل وجہ مغربی ذرائع ابلاغ کی وہ مذموم کوشش ہے جس میں وہ ہر سلفی دعوت کو جو کہ بے شک محض علمی اور دعوتی ہو، اس کو لازمی طور پر جہاد اور جہادی تحریکوں کے ساتھ مربوط کر رہے ہیں۔ یہ مغربی ذرائع ابلاغ کی ایک خاص مہم ہے جس کے ذریعہ وہ مختلف سلفی تحریکوں اور اداروں کو ایک ہی تحریک میں ضم کر کے پیش کرنا چاہتے ہیں اور یہ باور کروانا چاہتے ہیں کہ اس تحریک کا مقصد دنیا کے کونے کونے میں عسکری عمل کو پھیلانا ہے۔ لیکن واضح رہے عسکریت پسندی قطعاً سلفی منہج نہیں ہے، بلکہ سلفی منہج میں عسکری عمل کے لیے خاص زمان و مکان اور دوسرے اعتبارات کو بھی مد نظر رکھا جاتا ہے اور ان حالات میں فیصلہ کرنے کے لیے قرآن و سنت اور اسلاف کے اسوہ سے راہنمائی لی جاتی ہے لیکن آج مغربی ذرائع ابلاغ میں عسکریت پسندی کو سلفیوں سے منسوب کر کے پیش کیا جا رہا ہے۔ چنانچہ امریکی کانگریس کا ایک رکن اس بارے میں کہتا ہے:

”وہابی عقیدہ یہ ہے کہ ہر وہ شخص جو غیر وہابی ہے، اس کا انجام قتل ہے۔“

واشنگٹن پوسٹ کی ایک خاتون صحافی لکھتی ہے:

”جو لوگ وہابی عقیدہ کو اختیار نہیں کرتے، وہابیوں کی نظر میں وہ سب کافر ہیں۔“ [دیکھئے ویب سائٹ، اسلام ڈیلی]

اوپر ذکر کردہ ساری بحث سے بخوبی واضح ہوتا ہے کہ سلفیت کے مقابلہ کے لیے متعدد مراحل کی ایک منصوبہ بندی ہے جس پر مختلف انداز سے عمل ہو رہا ہے اور یہی وہ مراحل یا امکانات ہیں جن کے بارے میں ہم نے گزشتہ صفحات میں گفتگو کی ہے، یعنی سلفیت کا متبادل، سلفیت کی سرپرستی یا اس پر کنٹرول اور سلفیت پر پابندی یا اس کا مکمل صفایا۔

اب اگر ہم دوبارہ اس مغربی سوال کی طرف لوٹیں جس کا ذکر ہم نے اس مثال کے آغاز میں کیا تھا کہ سلفی دعوت کی تحریکوں کا مقابلہ کیسے کیا جائے؟ تو ہمیں معلوم ہوگا کہ اس کا جواب ایک ہی طریقہ میں نہیں بلکہ تینوں طریقوں کے لیے علیحدہ علیحدہ تجویز کیا گیا ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ مغرب کے لیے یہی طریقہ بطور حل مناسب ہیں، بالخصوص ایسے حالات میں کہ سلفی تحریکیں پوری دنیا کے ممالک میں مختلف انداز میں پھیلی ہوئی ہیں، یہی وجہ ہے کہ ان کا مقابلہ کرنے کے لیے مغربی قوتیں مختلف اسالیب اپنانا ضروری سمجھتی ہیں۔

کچھ ممالک اس حوالے سے پہلے مرحلے سے گزر کر اب دوسرے اور تیسرے مرحلے کے درمیان ہیں، ایسے ممالک میں مصر کی مثال لی جاسکتی ہے، جب کہ بعض ممالک تینوں مراحل طے کر چکے ہیں جن میں تیونس اور لیبیا شامل ہیں اور کچھ ممالک پہلے دوسرے مرحلے کے درمیان ہیں۔

اس مختصر تجزیہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ دوسرے مرحلے یا دوسرے آپشن پر حالیہ وقت میں بہت سے ممالک میں کام ہو رہا ہے اور وہ ہے سلفیت کی سرپرستی اور اس پر کنٹرول کا آپشن اور موجودہ حالات اس بات کا شدت سے تقاضا کرتے ہیں کہ راہنمایان سلفیت اس مغربی خطرناک ہتھکنڈے اور اس کے اثرات پر بنیادگی سے غور کریں۔



الاعتصام

ایک علمی، اصلاحی اور دعوتی جریدہ ہے، اس کے فروغ اور توسیع اشاعت میں بھرپور حصہ لیں۔ اس سے مالی تعاون کرنا آپ کا اخلاقی فریضہ ہے۔ [ادارہ]

تبصرہ کتب

تبصرے کے لیے کتاب کے دوسخوں کا آنا ضروری ہے

جشن و جلوس عید میلاد النبی ﷺ غلو فی الدین

تالیف: فضل الرحمن صدیقی

صفحات: ۸۰

قیمت: ۲۸ روپے

ناشر: مکتبہ عزیزیہ، مرکز نداء الاسلام شیر گڑھ روڈ نزد بانکی پاس

ریٹالہ خورد، ضلع اوکاڑا

تبصرہ نگار: محمد سلیم چنیوٹی

اسلام میں مسلمانوں کے لیے خوشی کے دو دن عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے نام سے جانے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ تیسری عید کا تصور کرنا اور اسے منانا اور اسلامی عیدوں کے مقابل تیسری عید کو بھی اسی درجہ میں شامل کرنا شریعت کا کام تو نہیں کہا جاسکتا البتہ ”مولویوں، گدی نشینوں، پیروں، ملکنوں، وغیرہم کی موج مستی اور جشن و جلوس کے نام پر ناچ بھنگڑا، ڈھول ڈھکا، شرکیہ و کفریہ کلمات پہ مبنی تقریبات و جلسے منعقد کر کے عیش پرستی ہی کہا جاسکتا ہے۔

مرؤجہ روز عید میلاد النبی ﷺ جسے ”بارہ وفات“ کہا جاتا تھا اور اب بھی کئی لوگ اسی نام سے یاد کرتے ہیں۔ مگر عشق نبوی ﷺ کے نام پر اسے ترقی دے کر اور خود ساختہ محبت کہتے ہوئے بام عروج پر پہنچا دیا گیا ہے۔ آج اس دن کو اتنی ترقی مل چکی ہے کہ اس دن باقاعدہ سرکاری چھٹی ہوتی ہے۔ بعض مولوی و مشائخ و علامہ حضرات باقاعدہ غسل کرتے، نئے کپڑے پہنتے، ڈاڑھیوں کو خضاب لگاتے، آنکھوں میں سرمہ لگا کر اور اپنی پٹریوں کو اچھی طرح ”ترتیب“ سے باندھ کر میدان ہاؤ ہو میں وارد ہوتے ہیں اور ”عشاقان مصطفیٰ“ کے غول کی قیادت

کرتے ہوئے کسی دربار یا مزار میں آرام فرمودہ بزرگ کی چوکھٹ پر اپنے جلوس کا اختتام فرما دیتے ہیں۔ پھر رات بھر ”اُن کی“ مساجد میں شرکیہ نعت خوانیاں، مساجد کے باہر قوالیاں، ناچ بھنگڑے، ڈھول، باجے گاجے، چپے اور سارنگیاں، حضور ﷺ کے روضہ مقدسہ کی نقول، بیت اللہ شریف کے ماڈلز سجا کر ”عشق نبوی“ کا حق ادا کیا جاتا ہے۔

زیر تبصرہ کتاب جناب فضل الرحمن صدیقی مرحوم و مغفور نے برطانیہ کے شہر مانچسٹر میں مقیم بعض رضا خانی و بریلوی مولویوں و علاموں کی ترتیب دی گئی ”حقیقت میلاد“ کے جواب میں تحریر فرمائی تھی۔ ۱۹۸۶ء میں رضا خانیوں نے اس کتاب کو مانچسٹر اور اس کے گرد و نواح میں تقسیم کر کے مسلک حق اہل حدیث اور اکابر اہل حدیث پر طرح طرح کے فتوے و گالیوں سے نوازا۔ اسی پہ بس نہ کی گئی کہ ۶ ستمبر ۱۹۹۳ء کو مانچسٹر میں مقیم ایک بریلوی مولوی محمد ظفر محمود فراشوی مجددی (سگ مولانا احمد رضا خان بریلوی) نے روزنامہ آواز، لندن میں ایک مضمون ”عید میلاد النبی کی شرعی حیثیت“ شائع کرایا۔ اس کا جواب جناب فضل

الرحمن صدیقی مرحوم نے اکتوبر ۱۹۹۳ء میں اسی اخبار کے ذریعے دیا۔ جناب فضل الرحمن صدیقی نے مذکورہ زیر تبصرہ کتاب کو شائع کروا کر مانچسٹر و گرد و نواح کی تمام مساجد میں بذریعہ ڈاک روانہ کر دیا تاکہ یہاں مقیم بریلوی مولوی و علما سے پڑھ لیں اور اگر ان کے پاس اللہ کے رسول ﷺ کا صحیح دین موجود ہے تو اس دین میں سے مرؤجہ عید میلاد النبی پر جاری کی گئی خرافات کا جواب تلاش کریں۔ مگر آج تک اس کتاب کا جواب تو نہ بن پایا اس کے مقابل کفر کے فتوے، گالیاں اور گستاخ رسول کے القابات ”وہابیوں“ کو سنائے جاتے ہیں۔

زیر تبصرہ کتاب مروّجہ عید میلاد النبی ﷺ کو سمجھنے، اس عالمی بدعت کو پرکھنے بلکہ اس دن سے دین احمد رضا خان کی ترجمانی ہی عیاں ہوتی ہے۔ اللہ و رسول ﷺ کا دین تو مروّجہ عید میلاد سے خالی نظر آتا ہے۔ اس کتاب کے اب تک بے شمار ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ اس مرتبہ مکتبہ عزیزہ کے ذمہ داران نے اسے نئی آب و تاب اور خوب صورت ٹائٹل کے ساتھ شائع کیا ہے۔

اس کے علاوہ ایک چھوٹا سا پمفلٹ جسے جناب عبدالقدوس سلفی نے بطور مکالمہ ”یہ تیسری عید تو.....“ کے نام سے مرتب کیا ہے۔ اگر تعصب سے بالا ہو کر اسے پڑھا جائے تو عید میلاد کی حقیقت جلد ہی سامنے آ جائے گی۔ یہ کتابچہ بھی مرکز نداء الاسلام ریٹالہ خورد والوں سے مل سکتا ہے۔ قیمت صرف پانچ روپے رکھی گئی ہے۔

پہلی وحی کا پیغام (انسانیت کے نام)

تالیف: عبداللطیف حلیم

ضخامت: ۱۴۳ صفحات

قیمت: ۴۰ روپے

خصوصیات: بہترین کمپوزنگ، اچھا کاغذ، کارڈ کور

ناشر: الفلاح پبلی کیشنز، الحمد مارکیٹ، غزنی سٹریٹ،

اردو بازار۔ لاہور

تبصرہ نگار: محمد سلیم چنیوٹی

پہلی وحی الہی جو غارِ حرا میں رسول معظم و مکرم و اکرام ﷺ پر اُتری اور انسانی عظمت و بزرگی کے لیے جو پیغام جبریل امین لائے اسے مولانا حالی نے اپنے ایک شعر میں یوں بیان فرمایا ہے:

اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا

اک نسخہ کیمیا ساتھ لایا

زیر تبصرہ کتاب کے مؤلف مولانا عبداللطیف حلیم ایک ہونہار خطیب و ادیب شخصیت ہیں۔ انھوں نے اپنی اس تالیف میں قرآن و حدیث کے انوار اور معطر نگارش کے ذریعے ”پہلی وحی کا پیغام انسانیت

کے نام“ بہترین انداز میں پیش فرمایا ہے۔ ان کا انداز بیان آسان اور عام فہم ہے اور رواں دواں پیرائے میں لکھا گیا ہے۔

پہلی وحی کی تشریح و تفسیر کرتے ہوئے مؤلف نے قرآن و حدیث سے موتی سمیٹے ہیں، اس کے علاوہ مختلف علمائے کرام و ائمہ عظام علیہم الرحمہ کے اقوال بھی پیش کیے ہیں۔ عقیدہ صحیحہ کو اختیار کرنے اور بدعات و رسوم اور مذاہب باطلہ کا ساتھ ساتھ رد بھی کیا ہے۔

اس کتاب کی تحسین کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ اس پر پروفیسر حافظ ثناء اللہ خان رحمہ، محترم و مکرم مولانا حافظ صلاح الدین یوسف رحمہ، محترم پروفیسر منزل احسن شیخ رحمہ نے تبصرے و تقاریر تحریر فرمائے ہیں۔ اس کتاب پر نظر ثانی محترم پروفیسر محمد جابر حسین صاحب مدنی رحمہ فاضل مدینہ یونیورسٹی نے فرمائی ہے۔

ہماری دعا ہے کہ اللہ کریم مؤلف، ناشر کو جزائے خیر سے نوازے اور انھیں مزید محنت کرنے کی توفیق سے نوازے، آمین۔

اطلاعات و اعلانات

ضرورت کمپوز

ہمیں اپنے ادارے میں ایک کمپوزر کی ضرورت ہے۔ اردو، عربی کمپوزنگ میں مہارت ہونی چاہیے۔ معقول معاوضہ دیا جائے گا۔
[ابو ہریرہ اکیڈمی لاہور، فون: 042-5417233]

دعائے صحت کی درخواست

راقمہ کی والدہ محترمہ ام ہانی زوجہ مولانا محمد ابراہیم خلیل منصور پوری (ناظمہ مکتب علم و تربیت شعبہ خواتین، کوٹ رادھا کشن، قصور) ان دنوں بیمار ہیں۔ ان کی صحت کا ملہ کے لیے دعاؤں کی درخواست ہے۔
[منزہ ابراہیم منصور پوری]

مولانا عبدالغفار حسنؒ کی وفات پر تعزیت

ممتاز عالم دین مولانا عبدالغفار حسن رحمائی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات حسرت آیات پر درج ذیل احباب نے تعزیت کا اظہار فرمایا ہے۔ ان احباب نے مرحوم کی ملی و دینی خدمات کو خراج تحسین پیش فرماتے ہوئے ان کی مغفرت و بلندی درجات کی دعائیں بھی کی ہیں۔

①..... مولانا محمد ابراہیم خلیل منصور پوری، کوٹ رادھا کشن

②..... مولانا عبدالرشید عراقی صاحب، سوہدرہ

③..... ابوالاحشام حمزہ طور، ناظم اطلاعات جمعیت اہل حدیث

پنجاب، گوجراں والا

④..... مولانا حکیم محمد یحییٰ عزیز ڈاہروی، کوٹ رادھا کشن

⑤..... زبیر احمد ظہیر، خوشاب

⑥..... اساتذہ دارالعلوم علمیہ، فیصل آباد

⑦..... اساتذہ و طلباء جامعہ سلفیہ، فیصل آباد [محمد سلیم چنیوٹی]

شہدائے اہل حدیث کانفرنس

مؤرخہ ۲۶۔ اپریل ۲۰۰۷ء بروز جمعرات بعد نمازِ عشاء شہدائے اہل حدیث کانفرنس، بمقام چوک گھنٹہ گھر، گوجراں والا میں مفتی عبید اللہ عقیف کی زیر صدارت منعقد ہوگی۔

حافظ ابسّام الہی ظہیر ناظم اعلیٰ جمعیت اہل حدیث پاکستان، رانا شمشاد سلفی، مولانا عبداللہ ثار، مولانا اسد اللہ سبحانی و دیگر خطاب کریں گے۔ [حمزہ طور، گوجراں والا]

تبلیغی جلسے

①..... ۱۴۔ اپریل جامع مسجد مولانا عبدالغفور اثری والی سیالکوٹ میں پیغام مصطفیٰ کانفرنس ہوگی۔ ②..... ۱۵۔ اپریل موضع ڈھلو میانہ ضلع گجرات میں سیرت کانفرنس ہوگی۔ ③..... ۱۶۔ اپریل مرکزی مسجد اہل حدیث اقبال کالونی فیصل آباد میں جلسہ عام ہوگا۔ ④..... ۱۹۔ اپریل مرکزی جامع مسجد اہل حدیث لاری اڈا دیپال پور ضلع اوکاڑا میں سیرت کانفرنس ہوگی۔ ⑤..... ۲۱۔ اپریل جامع مسجد لوہی پیرا، اسلام آباد میں تبلیغی جلسہ ہوگا۔

ان پروگراموں میں مولانا عبدالعزیز راشد فیصل آبادی، مولانا عبدالواحد سلفی، مولانا عبدالغفور صاحب، مولانا توحید الرحمان سلفی اور مولانا عبدالحفیظ فاروقی خطاب کریں گے۔
[محمد زبیر عابد، دارالہدیٰ کیسٹ سنٹر، بھائی چوک لاہور]

تعاون کی درخواست

جامعہ ام القریٰ اہل حدیث للذات ہری پور عرصہ ⑩ سال سے قرآن و سنت کی خدمت کر رہا ہے۔ جامعہ میں (۱۴۰) طالبات رہائش پذیر ہیں جن کے قیام و طعام و دیگر تعلیمی لوازمات جامعہ کے ذمہ ہیں۔ جنوری ۲۰۰۷ء سے فنڈ ختم ہے اور روز بروز جامعہ مقروض جارہا ہے۔ محیر احباب سے التماس ہے کہ نقدی اجناس گندم، چاول وغیرہ کی صورت میں تعاون فرما کر اس کا خیر میں حصہ ڈالیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ برائے رابطہ

[حبیب الرحمن خادم جامعہ ام القرى للبنات، پٹھان کالونی، جیل روڈ ہری پور ہزارہ۔ فون: 0321-9834947 کرنٹ اکاؤنٹ نمبر 43-3002 مین برانچ حبیب بنک، لاہور]

صدارت: پروفیسر ڈاکٹر عبدالغفور راشد (ناظم شعبہ) مہمانان خصوصی: امیر محترم جناب پروفیسر ساجد میر، ناظم اعلیٰ محترم حافظ عبدالکریم [ماسٹر رحمت اللہ، ناظم دفتر (مرکزیہ)]

احباب جماعت کی توجہ کے لیے

جامعہ خادم القرآن والحديث جھوک دادو ضلع فیصل آباد کی فلاح و بہبود کے نام پر بعض افراد (عبید اللہ و سیف اللہ، عبدالرؤف ولد ابراہیم) چندہ وصول کر رہے ہیں۔ ان افراد کو علماء کی ایک مجلس میں سمجھایا گیا تھا مگر پتا چلا ہے کہ یہ لوگ اپنے مذموم مقاصد سے پیچھے نہیں ہٹے ہیں۔ احباب سے گزارش ہے کہ مذکورہ افراد سے ہوشیار رہیں اور انہیں جامعہ مذکور کے لیے چندہ نہ دیں۔

[ابوالاقتسام حمزہ طور، ناظم ادارہ نصر الامنہ گوجراں والا۔

فون: 0300-6475379]

سیرت کا پیغام مفت حاصل کریں

محسن انسانیت حضرت محمد ﷺ کے بارے میں خوب صورت تحاریر اور نعتیہ کلام سے مزین کتابچہ ”سیرت کا پیغام“ خواہش مند افراد چھ روپے کے ڈاک ٹکٹ بنام ڈاکٹر ممتاز عمر T-445، کورنگی نمبر 2، کراچی 74900 کے پتے پر بھیج کر حاصل کر سکتے ہیں۔ [راقم]

مرکزی جمعیت اہل حدیث شعبہ طبع و تالیف کا اجلاس

شعبہ طبع و تالیف (مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان) کا اجلاس 15- اپریل بروز اتوار (11-00) بجے دن مرکزی دفتر 106 ارادی روڈ میں ہوگا۔

فون: 275261 51538

اعلیٰ معیار کی ضمانت

اعلیٰ کوالٹی پائیداری میں بے مثال
زینت اور زیبائش میں لا جواب

سٹیژن

سپیکر، موٹر میں
اور
واشنگ مشینیں

تیار کردہ: سٹیژن الیکٹرونکس انڈسٹریز بر جسٹریٹیوی روڈ گوجرانوالہ

تقریباً ۱۰۰۰ صدى کے بعد پاکستان میں پہلی مرتبہ
مآلہ بین المذاہب کے متعلق عالمی شہرت یافتہ کتاب

تبيين الكلام

فی تفسیر التوراة والانجیل
على ملة الاسلام

سر سید احمد خان

کتاب کا متن اردو اور انگریزی میں تقسیم ہے

(اول، دوم، سوم، چار، پانچ، شش، سہ ماہی، 900 روپے
دو سو صورت جلدوں میں۔ تقریباً ایک ہزار روپے طاعت)

ملنے کا پتہ: پروفیسر حکیم محمد نصر اللہ ناصر
(مکتبہ اخوت)

نزد حسن مارکیٹ، بخشی سٹریٹ (مچلی منڈی) اردو بازار لاہور

فون: 7235951 موبائل: 0333-4298184، 0333-4304659

تشریح و وضاحت

گزشتہ (شمارہ نمبر: ۱۲، جلد نمبر: ۵۹، ص: ۱۹) میں یہ عبارت ہے:

”احادیث سے ثابت ہے کہ جس دن آپ ﷺ کی وفات ہوئی، اس دن دوپہر کے وقت مدینہ منورہ میں اندھیرا

چھا گیا، ہر چیز تاریک ہو گئی۔ [مسند احمد: ۱/ ۲۴۹، ۲۶۳، ۲۶۷۔ سنن ابن ماجہ: ۱۴۱۵]

دن کے وقت اس قدر شدید اندھیرا تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہتے ہیں کہ ہاتھ دکھائی نہیں دیتا تھا۔“

اس حدیث سے ظاہری نہیں بلکہ معنوی تاریکی اور قلوب و اذہان کے احساس میں تبدیلی مراد ہے۔ چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہہ رہے ہیں کہ آپ ﷺ کی وفات سے ہم پر غم و اندوہ سے اس قدر شدید پریشانی کی کیفیت طاری ہو گئی کہ ہمارے ہوش و حواس نے کام کرنا چھوڑ دیا۔ جس طرح مسند احمد کی ایک اور حدیث میں ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پیغمبر ﷺ کی وفات کے دن اتنے شدید غم اور دکھ میں مبتلا ہوئے کہ اپنے قریب کی چیزوں کا بھی احساس نہ رہا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں بیٹھا ہوا تھا کہ میرے پاس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ گزرے، انھوں نے سلام کہا مگر میں نے جواب نہ دیا تو انھوں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے اس کا ذکر کیا تو وہ دونوں میرے پاس اس کی وجہ پوچھنے آ گئے۔ جب مجھ سے پوچھا تو میں نے کہا:

وَاللّٰهُ مَا شَعُرْتُ اَنْكَ مَرَرْتُ وَلَا سَلَّمْتُ

”اللہ کی قسم! میں نے یہ بات محسوس نہیں کی کہ آپ یہاں آئے ہیں اور میرے پاس سے گزرے ہیں یا آپ نے مجھے سلام کہا ہے۔“

اسی حدیث کے آخر میں یہ الفاظ ہیں:

مَا نَفَضْنَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ الْاَيْدِي حَتّٰى اَنْكَرْنَا قُلُوبَنَا۔

”کہ ہم نے آپ ﷺ کو دفن کر کے اپنے ہاتھ مٹی سے ابھی جھاڑے بھی نہ تھے کہ اپنے دلوں کو اجنبی خیال کرنے لگے۔“

ملا علی قاری مرقاۃ میں کہتے ہیں:

اَيُّ تَغْيِيرٍ خَالَتْهَا بِوَفَاةِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَظُهُورِ اَنْوَاعِ الظُّلْمَةِ عَلَيْنَا۔

یعنی ”آپ ﷺ کی وفات اور ہم پر قسم قسم کی تاریکیوں کے ظہور سے ہماری حالت بدل گئی۔“

تورپشتی کہتے ہیں:

يُرِيدُ اَنْهُمْ لَمْ يَجِدُوا قُلُوبَهُمْ عَلَى مَا كَانَتْ عَلَيْهِ مِنَ الصِّفَا وَالْاَلْفَةِ لَا نَقْطَاعَ مَادَّةِ الْوَحْيِ

یعنی ”ہم وحی کے خاتمہ کی وجہ سے اپنے دلوں کی صفائی اور الفت و انس سے محروم ہو گئے۔“

[عبدالصمد ریلوی]